MIRRAT UL ARIFEEN INTERNATIONAL

ماھنامہ

مرآۃ العارفین انٹرنیشنل

لاہور

جلد نمبر 21

شمارہ نمبر 08

دسمبر 2020ء، ربیع الثانی/ جمادی الاول 1442ھ

WWW.MIRRAT.COM

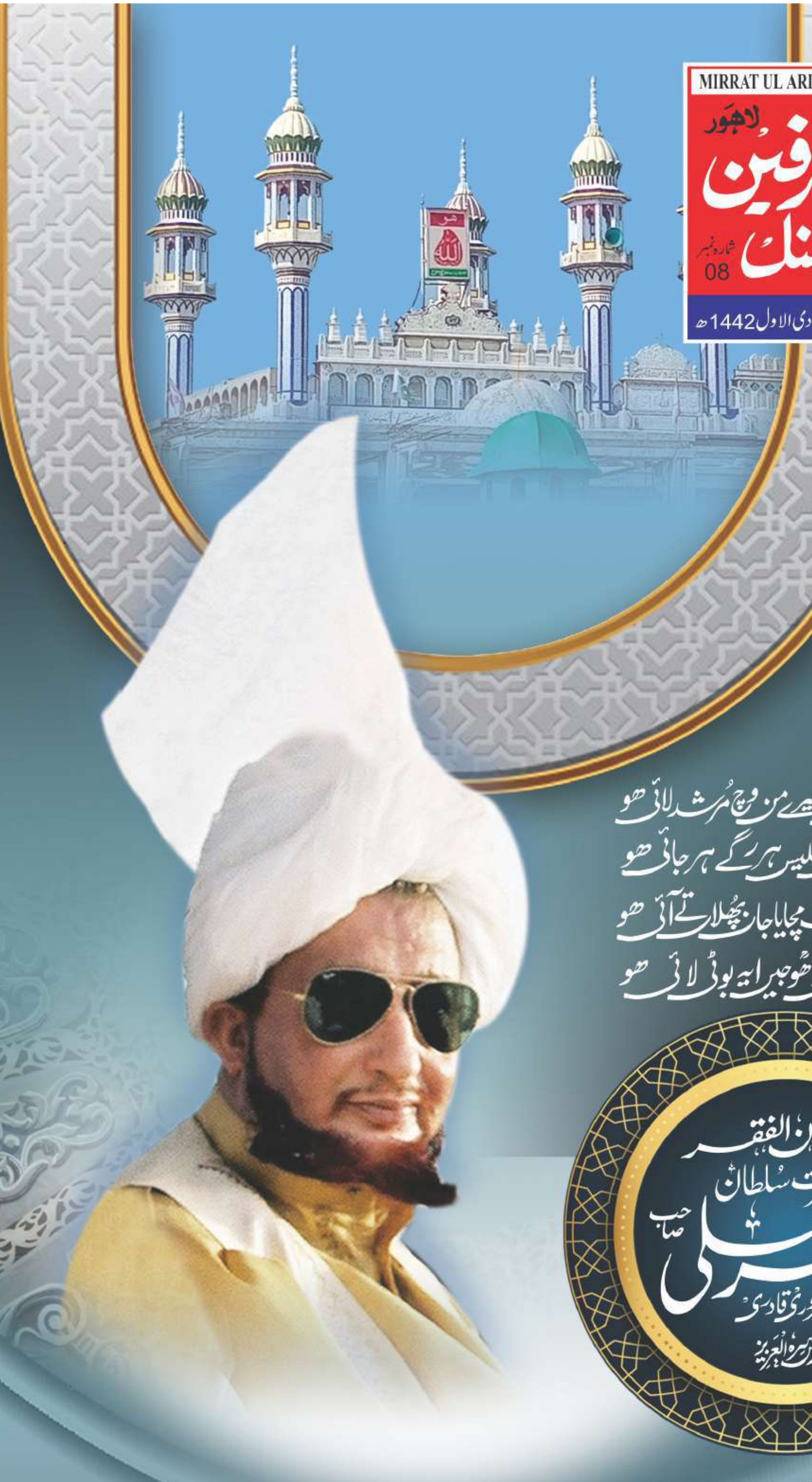

الف۔ اللہ چنبے دی بُوٹی میرے من وِچ مُرشد لائی ھو
نفی اثبات دا پانی مِلیس ہر رگے ہر جائی ھو
اندر بُوٹی مُشک مچایا جاں پھُلاں تے آئی ھو
جیوے مُرشد کامِل باھُو جیں ایہ بوٹی لائی ھو

سُلطان الفقر
حضرت سُلطان
محمد اصغر علی صاحب
سروری قادری
قُدس سرہُ العزیز

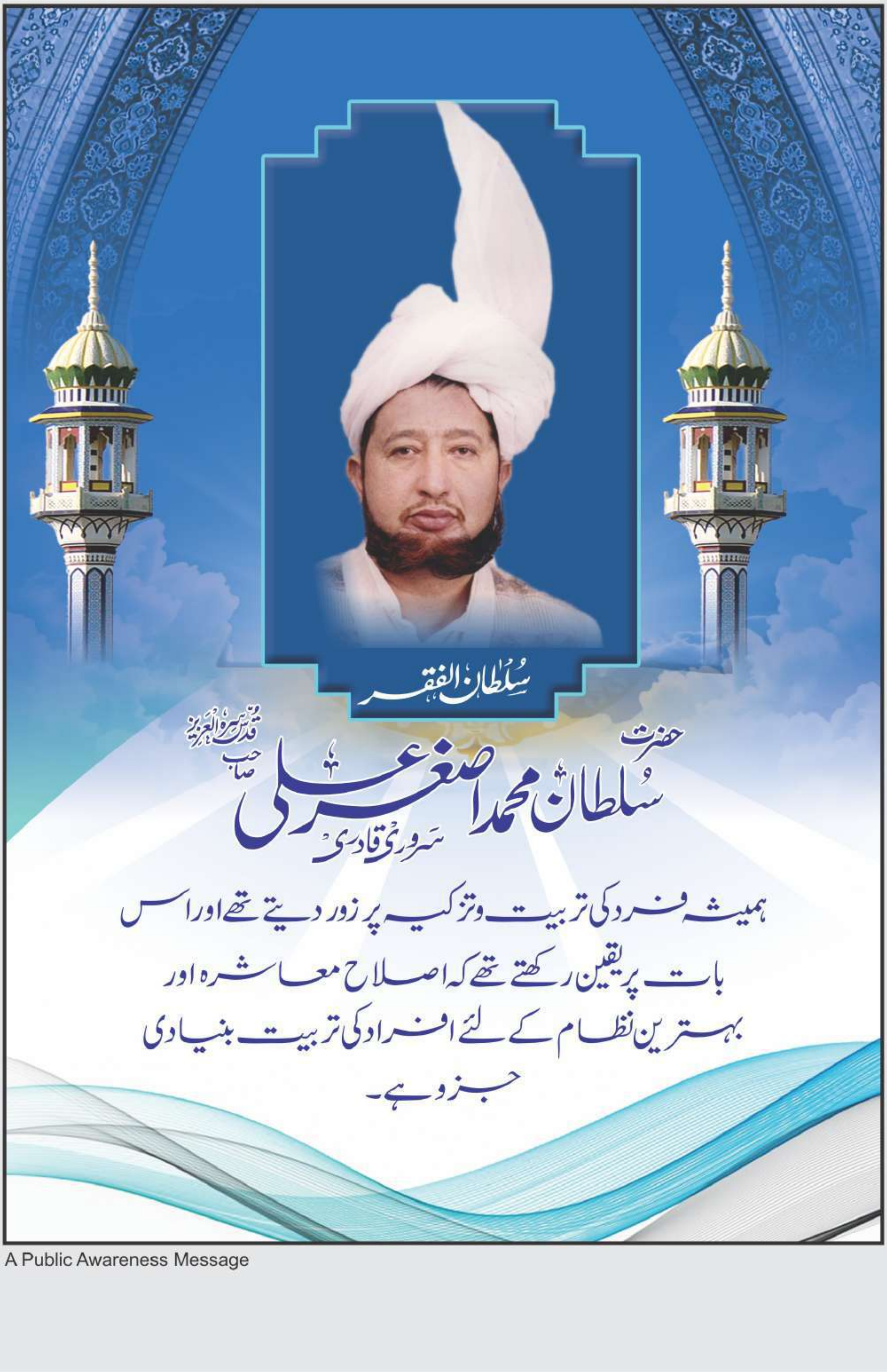

A Public Awareness Message

مسلسل اشاعت کا اکیسواں سال

MIRRAT UL ARIFEEN INTERNATIONAL

ماهنامہ مراۃ العارفین انٹرنیشنل لاھور

دسمبر 2020ء، ربیع الثانی / جمادی الاول 1442ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فیضانِ نظر

سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحب قدس اللہ سرہ العزیز سروری قادری

چیف ایڈیٹر
صاحبزادہ سلطان احمد علی

ایڈیٹر
طارق اسمٰعیل ساگر

ایڈیٹوریل بورڈ
سجاد علی چوہدری
محمد افضل عباس خان ، محمد سیف الرحمٰن

آرٹ ایڈیٹر
محمد احمد رضا ، واصف علی

اندرون ملک نمائندے

اسلام آباد	مہتاب احمد
کراچی	لئیق احمد
فیصل آباد	ڈاکٹر غضنفر عباس
ملتان	شبیر حسین
لاہور	حافظ محمد ریحان
کوئٹہ	رسالت حسین
پشاور	سید حسین علی شاہ

بیرون ممالک نمائندے

ممالک	نمائندگان
اٹلی	چوہدری ناصر حسین
انگلینڈ	منظور احمد خان
ساؤتھ افریقہ	آصف ملک
سعودی عرب	مہر کریم بخش
سپین	محمد عقیل
فرانس	امجد علی
کینیڈا	ثقلین عباس
متحدہ عرب امارات	نصیر شاہ
ملائشیاء	محمد شفقت
یونان	محمد شکیل

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری (اقبال)

سلطان العارفین حضرت سلطان باھوؒ کی نسبت سے شائع ہونے والا فلسفۂ وحدانیت کا ترجمان،
اصلاحِ انسانیت کا پیمبر، اتحادِ ملّتِ بیضا کے لئے کوشاں، نظریۂ پاکستان کی روشنی میں استحکامِ پاکستان کا داعی

اس شمارے میں

1 اقتباس		3
اداریہ		
2 دستک		4
تعلیماتِ غوثیہ		
3 طالبانِ دنیا، عقبیٰ و مولیٰ: تعلیماتِ غوثیہ کی روشنی میں	لئیق احمد	5
باھُو شناسی		
4 خراباتِ حافظؔ سے ایک جام (بارہویں قسط)	ملک نور حیات خان	10
5 شمس العارفین	مترجم: سید امیر خان نیازی	12
6 Abyat e Bahoo	Translated by: M.A Khan	13
گوشۂ سلطان الفقر		
7 حضرت سلطان محمد اصغر علیؒ: ایک عہد ساز شخصیت	لشکر علی اعوان	14
8 بانئ اصلاحی جماعت آداب کے عظیم پیکر	افضل عباس خان	17
9 اصلاحی جماعت کے قیام کے محرکات اور عالمی پس منظر	اسامہ بن اشرف	23
10 سلطان الفقر علم و عمل کی تفسیر	محمد ذیشان دانش	29
احکامِ شرع		
11 احکامِ شرع کا تیسرا ماخذ "اجماع" کی شرعی حیثیت	مفتی محمد اسماعیل خان نیازی	33
قومی و بین الاقوامی		
12 پاکستان ترکی تعلقات: دوطرفہ تعاون بڑھانے کے مواقع	مسلم انسٹیٹیوٹ	40
13 لیبیا: ماضی، حال اور مستقبل کے آئینہ میں	محمد سرمد سرور	44
14 بھارت میں انصاف کا قتل	طارق اسماعیل ساگر	48

فی شمارہ نیوز پیپر	فی شمارہ آرٹ پیپر
40 روپے	50 روپے
سالانہ (ممبرشپ) 480 روپے	سالانہ (ممبرشپ 600 روپے

سعودی ریال	امریکی ڈالر	یورپین پونڈ
200	100	80

اپنی بہترین اور مؤثر کاروباری تشہیر کیلئے مراۃ العارفین میں اشتہار دیجئے رابطہ کیلئے: 0300-8676572

پبلشر سجاد علی چوہدری نے قاسم نعیم آرٹ پریس، بندروڈ، لاہور سے چھپوا کر کمرہ نمبر-9، سیکنڈ فلور، اسلم آرکیڈ 16 میکلورڈ روڈ لکشمی چوک لاہور سے شائع کیا

برائے خط و کتابت ماہنامہ مرأۃ العارفین انٹرنیشنل P.O.Box No.11 جی پی او، لاہور E-mail: miratularifeen@hotmail.com
WWW.ALFAQR.NET, WWW.MIRRAT.COM

"اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ لَعَنَهُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا ○" (الاحزاب:57)

"بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اذیت دیتے ہیں اللہ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت بھیجتا ہے اور اُس نے ان کے لیے ذِلّت انگیز عذاب تیار کر رکھا ہے"۔

"حضرت مُغیرہ ابن ابی رَزِّین (رضی اللہ عنہ) نے روایت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت عباس بن عبد المطلب (رضی اللہ عنہ) سے عرض کی گئی آپ میں سے کون بڑا ہے آپ یا نبی پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)؟ تو آپ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ حضور پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مجھ سے بڑے ہیں اور مَیں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پہلے پیدا ہوا ہوں"۔

(المستدرک للحاکم علی الصحیحین)

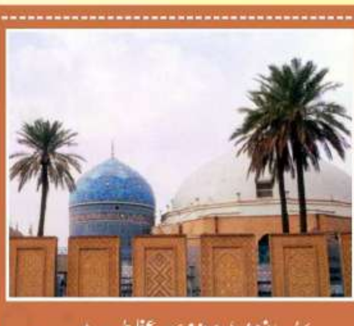

سبحانی محبوب ربانی غوث الاعظم محی الدین

سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی (رضی اللہ عنہ)

فرمان

"اے مالدار! تو اللہ عزوجل کو چھوڑ کر مال میں مشغول نہ ہو، کیا خبر کل تو محتاج ہو جائے- تو کسی کے ساتھ نہ رہ بلکہ سب کے پیدا کرنے والے کے ساتھ رہ- وہ ایسا ہے کہ اس کی طرح کا کوئی نہیں- اگر اس کے غیر سے راحت چاہے گا تو راحت نہ ملے گی- سیدی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا فرمان مبارک ہے: "لَا رَاحَةَ الْمُؤْمِنِ مِنْ دُوْنِ لِقَاءِ رَبِّہٖ"، "اللہ عزوجل کی ملاقات کے علاوہ مومن کے لیے کوئی راحت نہیں"- جب اللہ عزوجل خلقت اور تیرے درمیان خرابی اور ویرانی ڈال دے اور اپنے اور تیرے درمیان میں تعلقات قائم کرلے -تو سمجھ لے اس نے تجھے پسند کرلیا ہے -تُو اس کے پسندیدگی کو بُرا مت سمجھ -جو بندہ اللہ عزوجل کے ساتھ صبر کرتا ہے وہ الطاف الٰہی کے عجائبات کا نظارہ کرتا ہے اور جو فقر پہ صبر کرے اسے امیری مل جاتی ہے"-(فتح الربانی)

سُلطان العارفین

حضرت سُلطان باھُو (رحمۃ اللہ علیہ)

فرمان

ہِک دم سجن تے لکھ دم ویری، ہِک دم دے مارے مرد ے ھو
ہِک دم پچھے جنم گوایا چور بنے گھر گھر دے ھو
لائیاں دا اوہ قدر کی جانن جھڑے محرم نائیں سر دے ھو
سو کیوں دھکے کھاون باھو جھڑے طالب سچے در دے ھو

(ابیاتِ باھُو)

فرمانِ قائدِ اعظم محمد علی جناح (رحمۃ اللہ علیہ)

ایمان، اتحاد، تنظیم

"اب ہمارے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں کہ ہم قرآنی تعلیم پہ عمل پیرا ہو جائیں یعنی اگر تمہیں کسی فرقے کی طرف سے غداری یا عہد شکنی کا خدشہ ہو تو ان کے ساتھ طے شدہ معاہدہ ان کے منہ پر مار دو- اللہ غداروں اور عہد شکنوں کے اعمال کو پسند نہیں کرتا"-

(آل انڈیا مسلم لیگ کا تیسواں سالانہ اجلاس، خطبہ، 24 اپریل 1943ء)

فرمانِ علامہ محمد اقبال (رحمۃ اللہ علیہ)

کافر ہندی ہوں میں دیکھ میرا ذوق و شوق
دل میں صلوٰۃ و درود، لب پہ صلوٰۃ و درود
شوق مری لے میں ہے، شوق مری نے میں ہے
نغمہ "اَللّٰہُ ھُوْ" میرے رگ و پے میں ہے
(بالِ جبریل)

روحانی واخلاقی تربیّت: عصرِ حاضر کی اشد ضرورت

اکیسویں صدی جہاں سائنسی ترقی ومادی ترقی کے عروج کا مشاہدہ کر رہی ہے وہیں بد قسمتی سے اِسے اخلاقی اور روحانی زوال بھی پیش ہے- انسانی معاشرے بحیثیت مجموعی اخلاقی اقدار سے محروم ہوتے جارہے ہیں اور انسان کا باطن روحانی تعلیم وتربیت سے محرومی کے سبب تاریک- نظریہ اور روحانی بنیاد پر تشکیل پانے والی مملکتِ خداداد پاکستان میں بھی حالات باقی دنیا سے زیادہ مختلف نہیں ہیں اور ہمارا سماج اخلاقی اور روحانی اعتبار سے شدید پیاس کی کیفیت میں مبتلا ہے- نجی خاندانی معاملات سے لے کر اجتماعی ملکی وملی معاملات تک، ہمیں ہر جگہ اخلاقی اقدار کا فقدان نظر آتا ہے- وہ اقدار جو کبھی ہمارے سماج کی پہچان اور طاقت تھیں آہستہ آہستہ ناپید ہوتی جا رہی ہیں جو ہم سب کیلئے ایک لمحہ ٔفکریہ ہے-

سلطان الفقر حضرت سلطان محمد اصغر علیؒ نے ملک وملت کی رہنمائی اور اسے اخلاقی وروحانی زوال سے نکالنے کا بیڑہ اٹھایا اور اس عظیم مقصد کیلئے اصلاحی جماعت وعالمی تنظیم العارفین کی بنیاد رکھی- اس جماعت کی بنیاد روحانی اور اخلاقی اقدار پہ تھی اور یہی وجہ تھی کہ آپؒ نے جماعت کے کارکنان کیلئے جو بنیادی تربیتی نظام وضع فرمایا اس میں یہ دونوں پہلو نمایاں حیثیت رکھتے ہیں- روحانی استخلاص اور اخلاق و کردار کی پختگی جماعت کے کارکنان کیلئے روزِ اول کا سبق ہے اور اولین شرط کی حیثیت رکھتا ہے- ایسے وقت میں جب دنیا بھر میں بھی اور مسلم معاشروں میں بھی تربیتی نظام کا فقدان ہو رہا تھا، آپؒ نے خانقاہی نظام کی عظیم روایات کو زندہ فرمایا اور پنی نگاہِ کاملہ اور قائدانہ صلاحیتوں سے ایک منظم انداز میں روحانی تعلیم اور تربیت کا سلسلہ ترتیب دیا- انہی مضبوط بنیادوں پہ استوار یہ عمارت آج ایک عالمگیر جماعت کی صورت میں عیاں ہو رہی ہے- یہی وجہ ہے کہ اس جماعت میں بظاہراً عام اور سادہ لوح کارکنان بھی کمال ڈسپلن اور اعلیٰ اخلاقیات کا مظاہرہ کرتے نظر آتے ہیں جو دیکھنے والوں کو اپنی جانب کھینچتا چلا جاتا ہے کہ بڑے بڑے ادارہ جات کے تربیت یافتہ افراد بھی ایسی اعلیٰ اخلاقیات اور خوش اسلوبی سے قاصر نظر آتے ہیں- نظریاتی پختگی اور روایات کی پاسداری کے اولین سبق کے ساتھ ساتھ اصلاحی جماعت نے اعتدال کا درس دیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ تمام تر ملکی وعالمی مسائل اور چیلنجز کے باوجود اس جماعت کے کارکنان کسی قسم کی شدت پسندی اور فساد کی جانب مائل نہیں ہوتے- روحانی سکون سے فیض یافتہ انفرادی کارکنان اجتماعی حیثیت میں اپنے اندر کی دنیا کا عکس واضح کرتے نظر آتے ہیں-

بانیٔ اصلاحی جماعت کا ترتیب دیا گیا عملی نظام آج کی نوجوان نسل کیلئے بہترین پیغام ہے- سوشل میڈیا اور ففتھ جنریشن وار کے اس دور میں نظریاتی اور اخلاقی پختگی اور روحانی بیداری نوجوانوں کی اہم ترین ضرورت ہے جس کیلئے اصلاحی جماعت کا پلیٹ فارم بہترین خدمات سر انجام دے رہا ہے- ضرورت اس امر کی ہے کہ اس پیغام کو عام کیا جائے تاکہ ہر شخص بانیٔ اصلاحی جماعت کے اس نظام سے ظاہری وباطنی فیض سمیٹے- صرف پاکستان ہی نہیں بلکہ تمام عالمِ اسلام میں اس پیغام کو عام کرنے کی ضرورت ہے کہ موجودہ دور میں جدید تقاضوں سے ہم آہنگ اور روایات کا پاسدار یہ پیغام ہمارے تمام تر اندرونی وبیرونی مسائل کا حل لئے اپنی صدا بلند کر رہا ہے-

دورِ حاضر میں شدت پسندی دنیا بھر کے معاشروں میں سرایت کر رہی ہے- شرق وغرب میں نفرت اور تقسیم کے بیج بوئے جا رہے ہیں، اسلاموفوبیا اور دہشت گردی جیسے مسائل لوگوں کی نفسیات پہ طاری ہو رہے ہیں- ایسے وقت میں بانیٔ اصلاحی جماعت کی تحریک ایک معتدل اور مضبوط معاشرے کی بنیاد فراہم کرتی ہے-

چنانچہ ایسی معتدل آوازوں اور تحاریک کی حوصلہ افزائی کی ضرورت ہے جو مسلم دنیا کی اصل آواز ہیں اور اعلیٰ اخلاقیات اور روحانی استخلاص کے ساتھ آگے بڑھنے کا درس دیتی ہیں- اسی میں ہمارے سماج اور ملک وملت کی بقا اور ترقی کا راز پوشیدہ ہے-

طالبانِ دنیا، عقبیٰ و مولیٰ

تعلیماتِ غوثیہ کی روشنی میں

لئیق احمد

دِل میں کسی خاص شے کے حصول کی خواہش یا ارادہ کا نام طلب ہے؛ اور اس خاص شے کی طلب یا ارادہ رکھنے والے کو اس شے کا طالب کہا جاتا ہے-

صوفیاء کرام کی تعلیمات کے مطابق راہ سلوک و تصوف میں تین طرح کے طالب ہوتے ہیں:

1-طالبِ دنیا 2-طالبِ عقبیٰ 3-طالبِ مولیٰ

جس شخص کی زندگی کا مقصد صرف مال و دولت اور اس دنیا کی عزت و شہرت ہوتی ہے اور وہ دنیا کو ہی اپنا مطلوب و مقصود و محبوب بنا کر رکھتا ہے، صوفیاء کرام ایسے شخص کو طالبِ دنیا کہتے ہیں- ان کے وجود میں طلب دنیا اس قدر راسخ ہو جاتی ہے کہ ان کا ذکر، فکر، عبادات و ریاضت، چلہ کشی، ورد و وظائف کا مقصد بھی دنیاوی مال و متاع کا حصول یا اس میں اضافہ ہی ہوتا ہے- ایسے لوگوں کے بارے میں قرآن مجید میں اللہ پاک فرماتا ہے-

’’وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِo‘‘[1]

’’اور دنیا کی زندگی دھوکے کے مال کے سوا کچھ بھی نہیں‘‘-

حضرت علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) اہل دنیا کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’دنیا اس خوش نما سانپ کی طرح ہے جو دیکھنے میں حسین و جمیل، چھونے میں نرم و ملائم، مگر اس کا زہر قاتل ہے- بظاہر اس میں سرور مگر باطن میں شرور ہے یعنی بظاہر خوشی ہے مگر بباطن اس میں شر اور فساد ہے‘‘-[2]

دوسرا گروہ وہ ہے جن کی عبادات زہد و تقویٰ، نوافل، ذکر و اذکار کا مقصود فقط آخرت کو بہتر بنانا ہوتا ہے- ان کے نزدیک نارِ جہنم سے بچنا اور بہشت، حور و قصور اور نعمت ہائے بہشت کا حصول ہی اصل کامیابی ہے- اس گروہ کے متعلق صوفیاء کرام اپنی کتب میں متعدد احادیث و اقوال کو پیش کرتے ہیں- جس سے اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ جنّت مومن کا انعام ضرور ہے لیکن اس کی منزل نہیں ہے- اس لئے طالب حق مرد مذکر ہوتا ہے اور طلب عقبیٰ کو اختیار نہیں کرتا- جیسا کہ قولِ مبارک ہے:

’’طَالِبُ الدُّنْیَا مُخَنَّثٌ وَ طَالِبُ الْعُقْبٰی مُؤَنَّثٌ وَ طَالِبُ الْمُوْلٰی مُذَکَّرٌ‘‘[3]

’’طالب دنیا مخنث ہے، طالب عقبیٰ مونث ہے اور طالب مولیٰ مذکر ہے‘‘-

’’مَنْ طَلَبَ الدُّنْیَا فَلَہٗ طَلَبَ الدُّنْیَا وَمَنْ طَلَبَ الْعُقْبٰی فَلَہُ الْعُقْبٰی وَمَنْ طَلَبَ الْمَوْلٰی فَلَہُ الْکُلُّ‘‘[4]

’’جو دنیا طلب کرتا ہے اُسے دنیا مِلتی ہے جو عقبیٰ (آخرت) کا طلب گار ہوتا ہے اُسے عقبیٰ ملتی ہے اور جو مولیٰ کی طلب کرتا اُسے سب کچھ ملتا ہے‘‘-

[1](آلِ عمران:185)

[2](تفسیر نعیمی، ج:4، ص:395)

[3](عین الفقر)

[4](اسرار القادری)

"اَلدُّنْیَا حَرَامٌ عَلٰی اَھْلِ الْعُقْبٰی وَالْعُقْبٰی حَرَامٌ عَلٰی اَھْلِ الدُّنْیَا وَالدُّنْیَا وَالْعُقْبٰی حَرَامٌ عَلٰی طَالِبُ الْمُوْلٰی o مَنْ لَّہُ الْمُوْلٰی فَلَہُ الْکُلُّ"[5]

"دنیا اہلِ عقبیٰ پر حرام ہے- عقبیٰ اہلِ دنیا پر حرام ہے اور طالبِ مولیٰ پر دنیا و عقبیٰ دونوں حرام ہیں جسے مولیٰ مل گیا سب کچھ اسی کا ہو گیا"-

اس لئے راہ تصوف میں سالک حق جنّت کا نہیں جنّت والے کا طالب ہوتا ہے-

تیسرا گروہ وہ ہے جن کی عبادات، زہد و ریاضت کا مقصود و مطلوب صرف اللہ پاک کی رضا و خوشنودی، اس کے انوار و تجلیات کا مشاہدہ اور اللہ رب العزت کا قُرب و وصال ہوتا ہے- یہ نہ تو دنیائے پلید کے طالب ہوتے ہیں اور نہ ہی جنّت کی نعمتوں کے خوائش مند- یہ ہر وقت اللہ پاک کی ملاقات کے متمنی و مشتاق رہتے ہیں-

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے طلبِ مولیٰ کے بارے میں فرمایا ہے:

"مَنْ طَلَبَ شَیْئًا فَلَا تَجِدُہٗ خَیْرًا وَّمَنْ طَلَبَ الْمُوْلٰی فَلَہُ الْکُلّ"[6]

"جو شخص کسی چیز کی طلب کرتا ہے وہ اس میں کبھی بھلائی نہیں پاتا اور جو شخص مولیٰ کی طلب کرتا ہے اُس کے لئے سب کچھ ہے"-

حضرت سلطان باھُو (رحمۃ اللہ علیہ) اس مقام پر فرماتے ہیں:

باجھ وصال اللہ دے باھو سب کہانیاں قصے ھو

طالبانِ دنیا، عقبیٰ و مولیٰ تعلیماتِ غوثیہ کی روشنی میں:

اہل تصوف و طریقت میں سیدی مرشدی محی الدین پیرانِ پیر شیخ عبد القادر الجیلانی البغدادی (رضی اللہ عنہ) کی شخصیت نمایاں حیثیت رکھتی ہے- مقامِ ولایت میں آپ کی حیثیت مثلِ آفتاب ہے- آپ (رضی اللہ عنہ) سے بکثرت سلاسلِ تصوف نے اکتسابِ فیض کیا-

آپؓ نے اپنی تعلیمات میں ہمیشہ طالبِ مولیٰ بننے کی تلقین فرمائی ہے- آپؓ کی تعلیمات میں کثرت سے تین گروہوں کا ذکر ملتا ہے جس میں اہل دنیا و اہل آخرت کو آپ ہدفِ تنقید بناتے ہیں اور طالبانِ مولیٰ کو ہی کامیاب گروہ قرار دیتے ہیں- زیرِ نظر مضمون میں ناچیز نے اس موضوع کے پیشِ نظر صرف سید شیخ عبد القادر جیلانی (رضی اللہ عنہ) کے مواعظ پر مبنی مجموعہ تصنیف مبارکہ "الفتح الربانی" کے اقتباسات کو جمع کیا ہے، جو پیشِ خدمت ہیں-

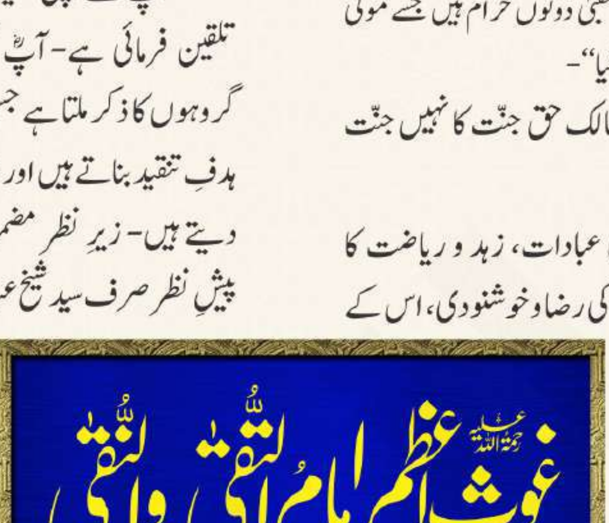

"دنیا ایک قوم کیلیے ہے اور آخرت ایک قوم کیلیے ہے اور حق عزوجل ایک قوم کے لیے"-[7]

"دنیا و آخرت کا طالب نہیں ہوں، مَیں دنیا و آخرت اور ماسوی اللہ کی بندگی و عبادت نہیں کرتا ہوں مَیں تو سوا اللہ تعالیٰ کے جو کہ خالق یکتا و یگانہ قدیم ہے کسی کی عبادت نہیں کرتا"-[8]

"اے بیٹے دنیا و آخرت کو ملا کر تو ان دونوں کو ایک جگہ کر دے اور تو دنیا و آخرت سے خالی ہو کر اپنے مولیٰ عزوجل کے ساتھ تنہائی اختیار کر اور خلوت گزیں بن- اللہ کی طرف بغیر اُس کے کہ تو اُس کے ماسوا سے علیحدہ ہو جائے متوجہ نہ ہو- خالق سے بے پرواہ ہو کر مخلوق میں گرفتار نہ ہو جا ان سب اسباب سے قطع تعلق کر لے اور ان سب ارباب کو چھوڑ دے- پس جب تو اس پر قُدرت پالے، پس دنیا کو اپنے نفس کے لیے اور آخرت کے لیے اپنے قلب کو اور مولا تعالیٰ کو اپنے باطن کے لیے اختیار کر لے"-[9]

[5] (شمس العارفین)
[6] (عین الفقر)
[7] (الفتح الربانی، ص:129)
[8] (ایضاً، ص:131)
[9] (ایضاً، ص:84)

"اپنے اعمال کا بدلہ مت مانگ- فی الجملہ بہ مقابلہ مولیٰ تعالیٰ کے دنیا و آخرت اور ماسوا اللہ کیا چیز ہے سب ہیچ ہے کچھ بھی نہیں تو منعم کو طلب کر- نعمت کی خواہش نہ کر"-[10]

"ہر وہ دل جس میں دنیا کی محبت ہے وہ اللہ سے محجوب ہے اور ہر قلب جس میں آخرت کی محبت ہے پس وہ اللہ کے قرب سے محجوب ہے جس قدر تجھے دنیا میں رغبت ہو گی اُسی قدر آخرت میں تیری رغبت کم ہو جائے گی اور جس قدر تیری رغبت آخرت میں ہو گی اُسی اندازہ سے تیری محبت حق عزوجل کے ساتھ کم ہو جائے گی"[11]

"پس جب غیرت الٰہی آتی ہے تو غیرت الٰہی ان لوگوں اور آخرت کے درمیان حائل ہو جاتی ہے اور تکوین آخرت کے قائم مقام کر دی جاتی ہے - پس اس مقام پر پہنچ کر یہ طالبانِ حق نہ دنیا کے حاجت مند رہتے ہیں نہ آخرت کے"-[12]

"اہل اللہ اللہ عزّوجل سے دنیا میں افلاس کے ساتھ راضی ہوگئے اور آخرت میں ان کی رضامندی قربِ الٰہی کے ساتھ ہو گی وہ اللہ عزّوجل سے سوا کسی کو طلب نہیں کرتے انہوں نے یہ جان لیا ہے کہ دنیا تقسیم کی جاچکی ہے لہٰذا انہوں نے دنیا کی طلب کو چھوڑ دیا اور انہوں نے جان لیا کہ درجات آخرت کے اور جنت کی نعمتیں بھی تقسیم کی جاچکی ہیں لہٰذا انہوں نے اس کی طلب اور اس کے لئے عمل کو بھی چھوڑ دیا ہے وہ خدا کی ذات کے سوا کسی چیز کو نہیں چاہتے"-[13]

"اولیاء اللہ کی جنت قرب الٰہی ہے اور ان کی دوزخ خدا سے دوری ہے وہ سوائے اس جنت کے کسی شے کی امیدواری نہیں کرتے اور نہ وہ اس دوزخ کے سوا کسی آگ سے ڈرتے ہیں ہر وقت وہ قربِ الٰہی کے طالب رہتے ہیں، ان کے پاس کھوٹ ہی کیا ہے جو دوزخ سے ڈریں دوزخ تو خود مومن سے فریادرسی کرتی ہے اور اس سے بھاگتی ہے پھر بھلا وہ محبین مقربین و مخلصین سے کیسے نہ بھاگے گی"-[14]

"لہٰذا مسلمان دنیا کو نہ اپنے قلب کا قرار و ٹھہراؤ بناتا ہے اور نہ گھر زاں بعد وہ مرد مومن ایک درجہ اور ترقی کرتا ہے اور اس کی مضبوطی قوت پکڑتی ہے پس وہ اپنے حق عزوجل کو پہچان لیتا ہے- پس وہ آخرت کو بھی اپنے قلب کا قرار و ٹھہراؤ نہیں بناتا بلکہ وہ دنیا و آخرت میں صرف خدا کے قرب کو اپنے لئے ٹھہراؤ دیتا ہے"-[15]

پھر آخرت کو طلب کر پھر آخرت کو چھوڑ اور قرب مولیٰ کی طلب کر اور خلق کو چھوڑ پھر خالق کی طرف لوٹ-[16]

"اگر دنیا مطلوب ہے قلب سے آخرت کو نکال دے اور اگر آخرت مطلوب ہے تو قلب سے دنیا کو نکال ڈال اور اگر مولیٰ تعالیٰ تیرا مقصود ہے پس تو دنیا و آخرت کو ماسویٰ اللہ سب کو اپنے قلب سے نکال دے کیونکہ جب تک تیرے قلب میں ایک ذرہ بھی ماسوائے اللہ کا ہو گا تو اپنے پاس قرب الٰہی کو نہ دیکھ سکے گا"-[17]

"ہر وہ کلمہ جو میں بولتا ہوں اس سے میرا مقصود اللہ عزوجل ہی ہوتا ہے- مجھے دنیا و آخرت و اس چیز سے جو کہ ان دونوں میں ہے کچھ غرض نہیں- اللہ عزوجل میری سچائی کو جانتا ہے کیونکہ وہ تمام غیبوں کا جاننے والا ہے میری طرف بڑھو آؤ- میں کسوٹی ہوں"-[18]

[10](ایضاً، ص:114)
[11](ایضاً، ص:149)
[12](ایضاً، ص:87)
[13](ایضاً، ص:235)
[14](ایضاً، ص:259-260)
[15](ایضاً، ص:319-320)
[16](ایضاً، ص:338)
[17](ایضاً)
[18](ایضاً، ص:340)

"تجھ پر افسوس ہے آخرت اس کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی کیونکہ آخرت دنیا کو جو کہ خادمہ کی مانند ہے پسند نہیں کرتی ہے تو دنیا کو اپنے قلب سے نکال دے پھر دیکھ کہ تجھے آخرت کیسے ملتی ہے تیری طرف کیسے آتی ہے اور کیسے تیرے قلب پر غلبہ کرتی ہے پس جب تیری حالت ایسی ہو جائے گی تجھے قربِ الٰہی آواز دے گا۔ پس اس وقت تو آخرت کو چھوڑ دینا اور مولیٰ کو طلب کرنا وہیں پر تیرے قلب کی تندرستی اور باطن کی صفائی کامل ہو جائے گی۔ اللھم ارزقنا"۔[19]

"مسلمان دنیا میں غریب ہے اور زاہد آخرت میں اور عارف زاہد ماسوی اللہ میں مسلمان دنیا میں ایک قیدی ہے اگرچہ دنیا میں اس کو وسعت رزق و فراخی مکان و کثرت اہل ہوا ہے۔ اہل و عیال اس کے مال و مرتبہ میں ہر طرح اکڑتے پھرتے خوش ہوتے ہیں اور اس کے اردگرد ہنستے پھرتے ہیں لیکن وہ باطنی قید خانہ میں رہتا ہے اس کی بشاشت و خوشی محض چہرہ پر ہوتی ہے اور غم اس کے قلب میں رہتا ہے اس کی حقیقت کو پہچان کر دنیا کو اپنے قلب سے طلاق دے دی ہے۔ اولا اس نے دنیا کو ایک طلاق رجعی دی کیونکہ اس کو خوف تھا کہ کہیں اغیار ارادہ کو پلٹ نہ دیں پس اس حال میں تھا کہ آخرت نے اس پر اپنا دروازہ کھول دیا اور اس کے چہرہ کی چمک دمک کی بجلی اس پر ظاہر ہوئی اس وقت اس نے دنیا کو دوسری طلاق دے دی بعدہ آخرت اس کے پاس آکر اس کے گلے سے لپٹ گئی اس نے دنیا کو تیسری طلاق دے دی اور کلیۃ اس نے آخرت کا ساتھ پکڑ لیا بعدہ وہ اسی حالت میں تھا کہ ناگاہ اس پر قرب الٰہی کی بجلی چمکی قرب مولیٰ کا لون چمکا پس اس نے آخرت کو بھی طلاق دے دی، قرب الٰہی کے مزے لوٹنے لگا دنیا نے سوال کیا تم نے مجھے کیوں طلاق دی؟ جواب دیا کہ میں نے تجھ سے اچھی چیز دیکھ لی تھی؟ پھر آخرت نے طلاق کی وجہ دریافت کی؟ جواب دیا کیونکہ تو تو پیدا ہی خدا کی بنائی ہوئی صورت پہ ہے، تیرا وجود اسی سے ہے لیکن تُو جب غیر خدا حادث ہے بس تجھے کیسے طلاق نہ دے دیتا پس اس وقت بندہ مومن کو معرفت الٰہی متحقق ہو گئی اور وہ ماسوی اللہ سے آزاد اور دنیا و آخرت میں غریب ہو گیا اور ہر ایک سے غائب اور ہر چیز سے محو و فنا ہو گیا"۔[20]

"پس تو منصوعات سے منہ پھیر کر اسی طرف مشغول ہو جائے گا تو اسی کی راہ ڈھونڈ اور اسی کو طلب کر اور دنیا و آخرت کو چھوڑ دے جو کچھ ان دونوں سے تیرے لیے مقدر ہو چکا ہے وہ تجھے ملے گا اور ضائع نہ ہو گا تیرا ماسوی اللہ کو چھوڑ دینا تیرے قلب کو کدورتوں سے صاف کر دے گا"۔[21]

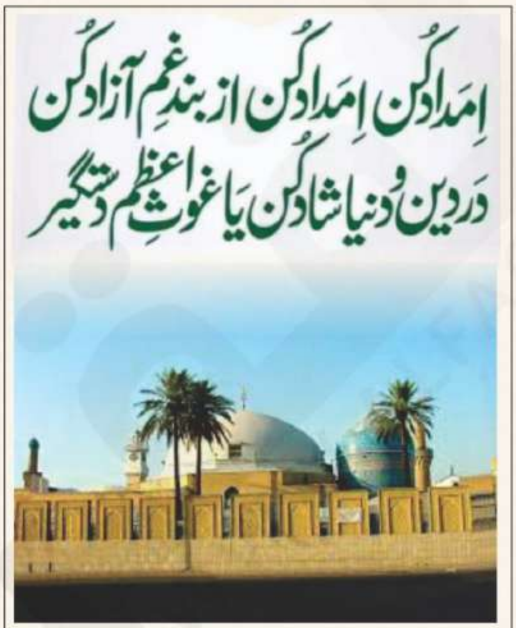

"کیا تو یہ نہیں جانتا کہ تیرا مقصود وہ ہے جو تجھے غم میں ڈالتا ہے اور تحقیق تو اس کا بندہ ہے جس کے ہاتھ میں تیری لگام ہے۔ بس اگر تیری لگام دنیا کے ہاتھ میں ہو تو اس کا بندہ ہے اور اگر تیری لگام آخرت کے ہاتھ میں ہو تو تُو اس کا بندہ ہے اور اگر تیری لگام خدا کے ہاتھ میں ہو پس تو اس کا بندہ ہے"۔[22]

"جب تو خلق کے لئے علم سیکھے گا تو تیرا عمل خلق کے لئے ہو گا اور جب تو علم اللہ کے واسطے سیکھے گا تو تیرا عمل خدا کے لئے ہو گا۔ جب تو علم دنیا کے لئے سیکھے گا تو تیرا عمل دنیا کے لئے ہو گا اور جب تو علم آخرت کے لئے سیکھے گا تو تیرا عمل آخرت کے لئے ہو گا۔ شاخوں کی بنیاد جڑوں پر ہوا کرتی ہیں۔ جیسا تو کرے گا ویسا بدلا پائے گا۔ ہر برتن سے وہی ٹپکے گا جو کہ اس کے اندر ہو گا"۔[23]

[19](ایضاً، ص:344-345)
[20](ایضاً، ص:396)
[21](ایضاً، ص:302)
[22](ایضاً، ص:462)
[23](ایضاً، ص:583)

"اللہ تعالیٰ نے ان سے یوں نہ فرمایا کہ تم دنیا طلب کرو اور نہ یہ فرمایا کہ تم آخرت طلب کرو گویا ہر مرتبہ یہی ارشاد ہوتا تھا کہ میں تم کو اپنی اطاعت کرنے اور نافرمانی کے چھوڑ دینے کی وصیت کرتا ہوں میں اپنے قرب کے طلب کرنے کی اور اپنی توحید اور اپنے لئے عمل کرنے کی تم کو وصیت کرتا ہوں اور میں تم کو اپنے ماسوا سے روگردانی کی وصیت کرتا ہوں- جب قلب صحیح ہو جاتا ہے اور وہ حق عزوجل کو پہچان لیتا ہے تو وہ غیر اللہ کو برا سمجھتا ہے اس کے ساتھ انس پکڑ لیتا ہے اور غیر اللہ سے متوحش ہو جاتا ہے اور خدا کی معیت میں راحت پاتا ہے اور اس کے غیر کی معیت میں تکلیف اٹھاتا ہے- اے اللہ تو میرا گواہ رہ کہ میں تیرے بندوں کی نصیحت کرنے میں مبالغہ کرنے میں ان کی اصلاح و بھلائی میں کوشش کرنے والا ہوں"-[24]

"جب تک کہ تو خلق کے ساتھ رہے گا خالق کو نہیں دیکھ سکے گا- جب تک کہ تو دنیا کے ساتھ رہے گا، آخرت کو نہ دیکھ سکے گا جب تک کہ تو آخرت کے ساتھ رہے گا تو دنیا و آخرت کے رب کو نہ دیکھ سکے گا"-[25]

"جو اللہ عزوجل کو پہچان لیتا ہے اس کے قلب سے دنیا و آخرت اور ماسوائے اللہ سب غائب ہو جاتے ہیں"-[26]

محبوبانِ الٰہی نہ دنیا میں کھاتے ہیں اور نہ آخرت میں کھائیں گے ان کا کھانا اور پینا پروردگار عالم جل جلالہ سے ان کا قرب و انس اور اسی کی طرف دیکھتے رہنا ہے- انہوں نے دنیا کو آخرت کے بدلے بعدہ آخرت کو قربِ رب تعالیٰ سے جو کہ دنیا و آخرت کا مالک ہے فروخت کر دیا ہے جو لوگ محبت الٰہی میں سچے ہیں انہوں نے دنیا و آخرت کو خدا کے واسطے فروخت کر دیا ہے- اور اسی کو چاہتے ہیں، غیر سے انہیں تعلق ہی نہیں-[27]

"تیرا باطن کلیۃً خالی ہو جائے- محض برہنہ بغیر دنیا و بلا آخرت اور بغیر ماسوائے اللہ کے ہو جاوے اس میں اللہ کے سوا کچھ بھی نہ رہے اور یہی راستہ اگلے انبیاء و مرسلین (علیہم السلام) کا اور اولیاء و صالحین (رحمۃ اللہ علیہم) کا رہا ہے"-[28]

تعلیماتِ غوثیہ (رحمۃ اللہ علیہ) اس پُر فتن دور میں متلاشیانِ حق کیلئے تاریک رات میں ایک جگمگاتی شمع کی مثل ہے اور انہیں حق تعالیٰ کی بارگاہ کی معیت عطا کرتی ہے جو سیدی غوث الاعظم (رضی اللہ عنہ) کو میراں مانتے ہیں، ان کی ذمہ داری ہے کہ تعلیماتِ غوثیہ کا مطالعہ کریں اور اپنی طلب، خواہش اور آرزو کو قرآن و سنت کے عین مطابق ڈھالیں-

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو طلبِ صدق اور صدقِ طلب عطا فرمائے- آمین!

☆☆☆

[24](ایضاً، ص:565)

[25](ایضاً، ص:581)

[26](ایضاً، ص:498)

[27](ایضاً، ص:480)

[28](ایضاً، ص:497)

خراباتِ حافظ سے ایک جام

(بارہویں قسط)

ملک نور حیات خان

حافظ شیرازی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ:

ہر کہ شد محرمِ دل در حرمِ یار بماند
و آنکہ این کار ندانست در انکار بماند

”جس شخص نے اپنے دل کے اسرار جان لئے وہ محبوب کے حرم میں داخل ہو گیا- جو یہ کام نہ سمجھا وہ انکار ہی کرتا رہ گیا“-

حافظ شیرازی (رحمۃ اللہ علیہ) اس شعر میں اس حدیث پاک کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں جس میں فرمایا گیا ہے کہ:

”مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّه“[1] ”جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا پس تحقیق اُس نے اپنے رب کو پہچان لیا“-

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

”وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِo“[2] ” اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کیلئے پیدا فرمایا “-

حق تو یہی ہے کہ عبادت اپنے رب کی پہچان کر کے کی جائے- اگر کوئی اپنے رب کو نہ پہچانتا ہو تو؟ تو ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ یا تو ریا کاری کی عبادت ہو گی، یا دنیاوی حاجات کے حصول کیلئے یا حور و قصور کیلئے- حالانکہ مقصودِ عبادت فقط و فقط رضائے الٰہی اور لقائے الٰہی ہے- چنانچہ اس حدیث پاک کے مطابق اس دنیا میں حق تعالیٰ کی پہچان کو انسان کی اپنی ذات کی پہچان پر مشروط کیا گیا ہے کیونکہ حق تعالیٰ ایک نور ہے اور اس کے نورِ مقدس کا قیمتی خزانہ انسان کی اپنی ذات کے اندر موجود ہے جس کی کنجی خود شناسی ہے- خود شناسی سے مراد اپنی ذات کی نفی ہے جس میں انسان اپنی ذات اور ذاتی خواہشات کی فنا سے نکل کر حق تعالیٰ کی قیومیت کے ساتھ بقا حاصل کرتا ہے- کیونکہ عشق الٰہی کے چراغ کی روشنی میں جب انسان اپنے ہی دل میں اس گوہر مقصود کو ڈھونڈ لیتا ہے تو اپنی ذات سے فنا ہو جاتا ہے- جس کو صوفیاء کی زبان میں ”مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا“ کہا جاتا ہے اور جس نے بھی اس عمل کے ذریعے معرفت یعنی اصل حقیقت کو سمجھ لیا وہی ذات حق تعالیٰ کو سمجھنے میں کامیاب ہوا اور اس نے اپنے رب کو پہچان لیا اور اس کی معرفت سے سرفراز ہوا اور ”مَنْ عَرَفَ“ کو پالیا- کیونکہ اگر غور کیا جائے تو نہ ہی انسان کا وجود اپنا ذاتی ہے اور نہ ہی علم- بلکہ قرآن حکیم میں انسان کی شان ”ظَلُوْمًا جَهُوْلًا“ بیان فرمائی گئی ہے- اس کے باوجود اگر انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر سارے عالم میں پذیرائی بخشی گئی تو محض اس لئے کہ انسان کا باطن حق تعالیٰ کی تجلی گاہ ہے- جیسا کہ حافظ شیرازی (رحمۃ اللہ علیہ) ایک مقام پر فرماتے ہیں:

نظرے کرد کہ بیند بہ جہاں صورتِ خویش
خیمہ در آب و گل مزرعہ آدم زد

”جب اس نے چاہا کہ جہاں میں اپنی صورت کو دیکھوں تو آدم کی مٹی اور پانی والے کھیت میں اپنا خیمہ لگا لیا“-

---

[1] (الحاوی للفتاوٰی، ج:2، ص:28)

[2] (الذّٰریٰت:56)

اس لئے اس خیمہ ُدل میں دیکھنے کے لئے چراغِ عشق اور کسی راہبر کامل کی ضرورت ہوتی ہے جو کوچہ ُمحبت کے آداب و رسومات کا واقفِ حال ہو- جس کے متعلق سلطان العارفین حضرت سلطان باھو (قدس اللہ سرّہٗ) فرماتے ہیں:

وَڑیں بازار محبت والے باھوؒ کوئی رہبر لے کے سوہاں ھو

یعنی محبتِ الٰہی کے بازار میں کسی آشنائے حال مرشد کامل کے ہمراہ داخل ہونا- کیونکہ حجرہ ُتن میں کسی مرشد کامل کی نظر توجہ کے بغیر دیدارِ محبوب ممکن نہیں ہے-

اسی ضمن میں حضرت مولانا روم فرماتے ہیں:

ایں چنیں کامل بجو گر رہ روی
تا ز وصل دوست با بہرہ شوی

”اگر تو اس راستہ پر چلنا چاہتا ہے تو کسی مرشد کامل کی تلاش کر جو تجھے دوست کے وصال سے مشرف کر دے“-

گر تو سنگِ خارہ و مرمر شوی
چوں بہ صاحبِ دل رسی گوہر شوی

”اگر تو سخت پتھر اور سنگِ مرمر بھی ہو تو جب کسی صاحبِ دل کے پاس جائے گا تو وہ تجھے موتی بنا دے گا“-

اسرارِ دل سے آگاہی اور انوارِ الٰہیہ کا شوق رکھنے والے طالبانِ مولیٰ ہر وقت عشقِ الٰہی کی لذت میں سرشار رہتے ہیں اور عشق کا مقام دل میں ہوتا ہے جو ایک پوشیدہ صورت حال ہے- اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اس نے اپنی چار صفات میں اپنی قدرتِ کاملہ کا اظہار فرمایا ہے جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

”ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ ج وَھُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ o“[3]

وہی (سب سے) اوّل اور (سب سے) آخر ہے اور (اپنی قدرت کے اعتبار سے) ظاہر اور (اپنی ذات کے اعتبار سے) پوشیدہ ہے، اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے“-

ان میں سے صفتِ ظاہر اور صفتِ باطن کا تعلق پہچان کے ساتھ ہے-”الظَّاھِرُ“ کا ادراک تو چشم سر کی بصارت کے ذریعہ ہو جاتا ہے کیونکہ حق تعالیٰ کی قدرت کا اظہار اشیاء کی صورت میں ہر جگہ ظاہر اور متجلی ہے مگر ”الْبَاطِنُ“ کا انکشاف عاشق صادق کے قلب کی چشم بصیرت کے ذریعہ ممکن ہے- بصارت اور بصیرت دونوں کا طریقہ کار الگ الگ ہے- ایک کا تعلق گفتار سے ہے اور دوسرے کا کردار سے، ایک کی تفسیر علم سے ہوتی ہے اور دوسرے کی تاثیر عمل سے- ایک کا ادراک چشم سر سے ہوتا ہے اور دوسرے کا مشہودِ چشم دل سے- ایک کی تکرار قال سے کی جاتی ہے اور دوسرے کی اقرار حال سے تو جو شخص محض قال سے اس حال کا دعوی کرتا ہے وہ دعویٰ محال اور باطل ہے-

اس لئے چاہیے کہ جس شخص کو ”الظَّاھِرُ“ کی سمجھ آجائے تو وہ اسی پر اکتفانہ کرے بلکہ ”الْبَاطِنُ“ کے کشف کے لئے مشغول ہو جائے جس کا تعلق اسرارِ دل کے ساتھ ہے اور دل کا قفل جذبہ ُعشق اور مرشدِ کامل کی نظر توجہ کے ساتھ کھولا جاتا ہے کیونکہ مرشد کامل کا قلب مرآۃ الرحمٰن ہوتا ہے جہاں ہر وقت حق تعالیٰ کے انور و تجلیات کے جلوے وارد ہوتے رہتے ہیں- جن سے فیض یاب ہو کر طالبِ مولیٰ اسرارِ دل کا محرم ہوتا ہے اور حرم یار میں داخل ہونے کے قابل ہوتا ہے اور یہی نقطہ حافظ شیرازی اس شعر میں سمجھا رہے ہیں-

ہر کہ شد محرم دل در حرم یار بماند

☆☆☆

[3] (الحدید:3)

شمس العارفین

قسط:10

تصنیف لطیف از: سلطان الفقر (پنجم) سلطان العارفین

حضرت سخی سلطان باھوؒ

حق نامہ

مترجم: سید امیر خان نیازی

جب سالک تصورِ اسمِ "اَللّٰہُ" میں مشغول ہوتا ہے تو اُس کے قلب و قالب کے ساتوں اندام نورِ توحیدِ الٰہی کا لباس پہن لیتے ہیں اور سالک دریائے توحید میں ایسا غرق ہوتا ہے کہ دریائے توحید سے باہر نہیں آتا اور حضوری و کلام رہتا ہے، ہمیشہ مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں حاضر رہتے ہیں اور کوئی چیز بھی اُس کی نگاہ سے مخفی و موت و حیات کی کسی بھی حالت میں معیتِ حق تعالیٰ میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے ہم رہتا ہے، یہ دونوں مراتب اُس کے مدِّ نظر پوشیدہ نہیں رہتی- اسمِ اَللّٰہُ یہ ہے-

اَللّٰہُ

جب سالک اسمِ لِلّٰہِ کا تصور کرتا ہے تو اُسے حسن و سرود اچھے نہیں لگتے چاہے وہ حسنِ یوسف اور لحنِ داؤد (علیہما السلام) ہی کیوں نہ ہو- بھلا جو شخص آوازِ الست سن کر مست ہو چکا ہو اور تجلیاتِ انوارِ دیدارِ پروردگار کا حسن دیکھ چکا ہو اُسے آواز و حسنِ مخلوق سے کیا کام؟ وہ تو ایک ہی کو جانتا ہے، ایک ہی سے واسطہ رکھتا ہے اور ہمیشہ توحید میں غرق رہتا ہے- اسمِ لِلّٰہِ یہ ہے-

لِلّٰہِ

جب سالک اسمِ "لَہٗ" کا تصور کرتا ہے تو چونکہ یہ اسمِ حضوری جہان بھر کے لئے مشکل کشا اور باطن صفا ہے اِس لئے اپنے پڑھنے والے کو معرفتِ توحید تک پہنچا دیتا ہے- اِس کو پڑھنے والا ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے مدِّ نظر رہتا ہے اور دونوں جہان سے بے نیاز ہو کر نفس و شیطان کو قتل کر دیتا ہے- تصورِ اسمِ "لَہٗ" کی تاثیر سے نفس قلب میں ڈھل جاتا ہے، قلب روح میں ڈھل جاتا ہے اور روح سرّ میں ڈھل جاتی ہے- یوں یہ چاروں ایک دوسرے میں محو ہو جاتے ہیں- اِس طرح اِس مراقبہ سے صاحبِ تصور کو مرتبۂ فنا فی اللہ حاصل ہو جاتا ہے- اسمِ لَہٗ یہ ہے-

لَہٗ

(جاری ہے)

ABYAT-E-BAHOO

ابیاتِ باھو

عقل فکر دی جا نہ کائی جتھے وحدت سرّ سبحانی ھو
ناں اوتھے مُلاّں پنڈت جوشی ناں اوتھے علم قرآنی ھو
جد احمدؐ احد وکھالی دِتا تاں کُل ہووے فانی ھو
علم تمام کتونے حاصل باھو کتاباں تھپ آسمانی ھو

There isn't any place for intellect and thoughts where is sirr (secret) of glorious one Hoo
Neither there are mullah pandat, yogi or students of traditional literal knowledge
Everything annihilated when Ahmed (ﷺ) shown Divine One Hoo
Accessed entire knowledge Bahoo by keeping closed heavenly books of knowledge Hoo

Aql fikr di ja na kaei jithay wahdat sirr-i-subhani Hoo
Na'N othay mulla'N, pandit, joshi na'N othay ilm, quraani Hoo
Jad Ahmad (ﷺ) ahad wikhali Ditta ta'N kul howay fani Hoo
Ilm tamam kitonay Hasil Bahoo kitaba'N Thap asmani Hoo

Translated by: M. A. Khan

تشریح:

1-2: حضور رسالت مآب (ﷺ) کا فرمان ذیشان ہے:

”لِی مَعَ اللهِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِی فِیهِ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ، وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ“

”معیتِ حق تعالیٰ میں مجھے ایک وقت ایسا بھی حاصل ہے کہ جہاں کسی مقرب فرشتے کو اور نہ ہی کسی نبی مرسل کو رسائی حاصل ہے“-(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الایمان)

اس حدیث مبارک کی وضاحت میں ملا علی قاری (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ یہاں ”مَلَكٌ مُقَرَّبٌ“ سے مراد حضرت جبرائیل (علیہ السلام) ہیں اور ”نَبِیٌّ مُرْسَلٌ“ سے مراد خود آپ (ﷺ) کی ذاتِ اقدس ہے- مزید ارشاد فرماتے ہیں: ”وَاسْتِغْرَاقِهِ فِی بَحْرِ الْوَحْدَةِ حَیْثُ لَا یَبْقَى فِیهِ أَثَرُ الْبَشَرِیَّةِ وَالْكَوْنَیْنِ“ کہ بحرِ وحدت میں آپ (ﷺ) کا استغراق اس حیثیت کا تھا کہ وہاں نہ بشریت کا اثر باقی رہا اور نہ ہی کونین (دنیا و آخرت) کا اثر“- دراصل بحرِ وحدت میں غوطہ زن ہو کر عالم ہست و بود حتیٰ کہ اپنی ذات سے ماوریٰ ہونا محض اللہ عزوجل کی عطا اور شاہکار اولیاء اللہ کا ازلی نصیبہ ہے جیسا کہ حضور سلطان العارفین (رحمۃ اللہ علیہ) اس مقام کو ”صاحبِ مجموعہ معارف باللہ“ سے موسوم فرماتے ہیں اور یہ سعادت خاتم الانبیاء، شافعِ روزِ جزا سیدنا محمد مصطفٰے (ﷺ) کی رضاء اور مرشد کامل کی خوشنودی کے بغیر کسی کو حاصل نہیں ہوتی کیونکہ یہاں عقول محیّر رہ جاتی ہیں اور سرشاری کے اس عالم میں اپنے جسمانی وجود کو بھی بیگانہ وار محسوس کرتی ہیں- جیسا کہ محبوب سبحانی، قطبِ ربانی سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی (رحمۃ اللہ علیہ) بندہ مومن کے اس مقام کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

”عالم رُوحانیت عالم سِرّ ہے جس میں سوائے ذات حق سبحانہ وتعالیٰ کے کوئی غیر حق دیار نہیں- اُس کی مثال صحرائے نور کی ہے جس کی کوئی حد نہیں- طفل المعانی (ارواحِ اولیاء اللہ) اس میں محوِ پرواز ہو کر اُن عجائب و غرائب کا مشاہدہ کرتا ہے جن کو بیان کرنا ممکن نہیں- یہ مقام اُن موحدوں کا ہے جو خود کو فنا کر کے عینِ وحدتِ ذات میں غرق ہو جاتے ہیں اور مشاہدۂ جمال الٰہی کے دوران اُن کا وجود کالعدم ہو جاتا ہے“-(سرالاسرار)

حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرّہٗ نے مزید ارشاد فرمایا:

”عارفوں کا اِنتہائی مقام نورِ الٰہی کا اِستغراق ہے جو حضوری کا مقام ہے، وہاں عقل و فکر کی گنجائش نہیں- مقامِ حضور میں ذکر فکر اور علم حجاب ہیں، وہاں کی کیفیت تو ایسی ہے کہ جیسے پانی جب دریا میں گرتا ہے تو محض پانی نہیں رہتا بلکہ دریا بن جاتا ہے- یہ وہ کیفیت ہے کہ جہاں نورِ خدا بندے کو امانِ اِلٰہی بخش کر نورِ سِرّ میں غرق کر دیتا ہے، یہی وحدتِ کبریا کا راز ہے- ذکر و فکر، ہوش و مستی اور خواب و خیال ایسی چیزیں ہیں جو بندے کو اِستغراقِ وحدت سے باز رکھتی ہیں“-(محک الفقر (کلاں)

”(جو) عینِ ذات کو اپنی (دل کی) آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے- پھر اُسے علمِ رسم رسوم کی حاجت نہیں رہتی“-(عقل بیدار)

3: شد مطالب دیدن روئ مصطفٰے (ﷺ) شد حضوری غرق فی اللہ باخدا

” رُخِ مصطفٰے (ﷺ) کی زیارت سے تمام مرادیں پوری ہو جاتی ہیں اور حضوری غرق فنا فی اللہ بھی نصیب ہو جاتی ہے“-(کلید التوحید (کلاں)

4: حضور سلطان العارفین (رحمۃ اللہ علیہ) تمام علوم کے حصول کا طریق بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

”ایک لاکھ چوبیس ہزار علوم ہیں اور ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر ہیں، ہر پیغمبر کا علم جدا ہے، کسی کے پاس کتاب کا علم ہے، کسی کے پاس صحیفے کا علم ہے، کسی کے پاس خواب کا علم ہے اور کسی کے پاس الہام کا علم ہے- یہ تمام علوم اسمِ اللہ سے حاصل ہو جاتے ہیں“-(کلید التوحید (کلاں)

مزید ارشاد فرمایا: ”قرآن، توریت، انجیل و زبور و ہر کتابِ مسائل فقہ اسم اللہ ذات کی تفسیر ہے اور چاروں کتابیں اسم اللہ ذات کی شرح ہیں- جو کوئی اسم اللہ ذات کو اُس کی کنہہ سے پڑھنا جان لیتا ہے اُس پر ظاہر و باطن کے تمام علوم واضح ہو جاتے ہیں، پھر اُسے دیگر علوم پڑھنے کی حاجت نہیں رہتی“-(امیر الکونین)

نور مجسم، شفیعِ معظم (ﷺ) کی بارگاہ مبارک کی حضوری، معرفت و حقیقت، دیگر مقاماتِ طریقت اور جملہ علوم کے حصول کا طریق بیان کرتے ہوئے آپ (رحمۃ اللہ علیہ) ارشاد فرماتے ہیں:

”ہوش میں آ! اور جان لے کہ معرفت و توحید و محبت و مشاہدہ و مجلسِ حضرت محمد رسول اللہ (ﷺ) و معراجِ قربِ حضوری و فقرِ لایحتاج و نمازِ دائمی و مراقبہ و روشن ضمیری و کونین کی بادشاہی اور انبیاءؑ و اولیاءؒ اللہ کی ارواح سے مصافحہ وغیرہ کا علم مطالعۂ علمِ ظاہر اور ورد و ظائف، ذکر فکر اور مراقبہ و مکاشفہ سے ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا- چاہے کوئی ساری عمر ظاہری علم پڑھنے میں صرف کر دے معرفتِ حق تعالیٰ سے بے خبر ہی رہے گا- یہ تمام مراتبِ باطن ہیں جو کسی صاحبِ باطن مرشد ہی سے کھلتے ہیں“-(نور الھدیٰ)

حضرت سلطان محمد اصغر علی قدس سرہ العزیز

(ایک عہد ساز شخصیت)

لشکر علی اعوان

موضع حضرت سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) ضلع جھنگ کو سینٹر پنجاب کا مدینۃ الاولیا اور بستی علم و عرفاں کہا جائے تو بے جانہ ہو گا- اس بستی بے مثال کی مٹی میں بے شمار ایسے اولیاء کرام مدفون ہیں جنہوں نے زہد و تقوی، تصوّف اور مسلسل ریاضت سے وہ مقام حاصل کیا کہ آج بھی وہ رشکِ مہر تاباں اور فخر ماہِ درخشاں ہے- انہی کاملین و صالحین میں سے ایک شخصیت سلطان الفقر سلطان محمد اصغر علی (رحمۃ اللہ علیہ) کی ہے- آپ امانتِ باھُو کے امین اور فقرِ مصطفوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حامل تھے- آپ ایک پاکباز، راست گو اور نگاہِ باتاثیر کی حامل شخصیت تھے-

حضور سلطان الفقر (رحمۃ اللہ علیہ) 14 اگست 1947ء کو صبح کے وقت دربار حضرت سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) پر پیدا ہوئے- آپ نے ابتدائی تعلیم دربار شریف پر ہی حاصل کی- ابتدائی تعلیم سے فراغت کے بعد میٹرک ہائی اسکول نوشہرہ، وادیٔ سون سکیسر، ضلع خوشاب سے کی- دینی تعلیم اور تربیتِ سلک و سلوک آپ نے اپنے والدِ گرامی شہبازِ عارفاں حضرت سلطان محمد عبد العزیز (رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں حاصل کی- آپ کے والدِ گرامی مادر زاد ولی اللہ (پیدائشی ولی اللہ) تھے جن کی بشارتیں ان کی ولادت سے کئی عشرے قبل حضرت سلطان العارفین سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی تھی، جو کہ خانوادہ شریف میں معروفِ عام تھیں-

سلطان الفقر بانیٔ اصلاحی جماعت (رحمۃ اللہ علیہ) زہد و تقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے- آپؒ شریعتِ مطہرہ پہ نہایت محبت و تمنا سے عمل فرماتے اور فرائض و واجبات پر سختی سے عمل کرنے والے تھے؛ تاہم زاہدِ خشک نہ تھے، خوش مزاجی آپ کی طبیعت کا خاصہ تھی اور طریقت و معرفت میں کامل تھے- آپ اپنے عظیم خانوادے کے عظیم بزرگوں کی شاندار و تابناک روایات پر کامل طریقے سے عمل فرماتے- وظائف (اسمِ اللہ ذات) کا کثرت سے اہتمام کرتے- تصوّف آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا-

آپ اعلیٰ درجہ کے مہمان نواز، وسیع دستر خان کے حامل، جو بھی آپ کی درگاہ پر حاضر ہوتا اس کی مہمان نوازی کیے بغیر واپس نہ جانے دیتے- گفتگو میں انتہائی حلیم الطبع تھے- دھیمے لہجے اور پست آواز میں گفتگو کرتے، آپ سادہ مگر دیدہ زیب لباس زیبِ تن فرماتے، اکثر اوقات تہبند جبکہ شکار کے دوران شلوار استعمال فرماتے، برصغیر کی معروف روایت لنگی بھی اکثر استعمال فرماتے- اکثر اوقات واسکٹ پہنتے، سردیوں میں اونی جرسی بھی استعمال ہوتی- سرِ مبارک پہ سندھی ٹوپی پہنتے جبکہ سردیوں میں اونی ٹوپی، خاندانی روایات کے مطابق سفید دستار، شملہ کے ساتھ باندھتے اکثر اوقات پختون مُنڈّی بھی باندھتے- چہرہ مبارک پہ سنہری فریم والا چشمہ بھی استعمال ہوتا تھا-

حضور سلطان الفقر (رحمۃ اللہ علیہ) گوشہ نشین ہونے کی بجائے مردِ میدان بن کے رہنا زیادہ پسند کرتے، اکثر اوقات سفر میں رہتے جب کبھی دربار حضرت سلطان باھُو (رحمۃ اللہ علیہ) پہ بھی ہوتے تو بھی تشنگانِ فیض و تلقین کا تانتا بندھا رہتا- آپ نے زائرین و مریدین کی تربیت کیلئے نوری مسجد حق باھُو میں ہر نمازِ فجر کے بعد درسِ قرآن پاک لازم فرمایا جو کہ آج تک جاری و ساری ہے،

بعد از نماز عشا حضرت سلطان باھُوؒ کی تصانیف مبارکہ کا درس بھی آپ ہی کی خانقاہ کا خاصہ ہے- آپ کی درگاہ پر ہر ماہ گیارہویں شریف اور سالانہ میلاد مصطفٰے (ﷺ) کا بھرپور اہتمام کیا جاتا ہے- لنگر کا حسبِ مقدور انتظام ہوتا ہے- آپ کے دستر خوان پر اپنے پرائے کی کوئی قید نہ تھی نہ ہے- آپ اکثر ارشاد فرماتے کہ:

"یہ لنگر میرے حضور غوث پاک (رحمۃ اللہ علیہ) کا ہے اور اس دستر خوان پر سب برابر ہیں"-

آپؒ کو حضور غوثِ اعظم شیخ عبد القادر جیلانی اور حضور پیر سید بہادر علی شاہ (رحمۃ اللہ علیہما) سے بے پناہ عقیدت و محبت تھی- کسی بھی محفل میں حضور عبد القادر جیلانی اور حضور پیر سید بہادر علی شاہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہما) کا ذکر ہوتا تو آپ پر خاص کیفیت طاری ہو جاتی - آپ پیر بہادر علی شاہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کے مزار پر نوراتا، اکیس راتا، اکتالیس راتا کیا کرتے تھے-

آپ محبتِ رسول کے جذبے سے سرشار تھے اور اپنے مریدین کو بھی اطاعتِ رسول اور ادب و محبتِ رسول (ﷺ) کا حکم دیتے- آپ صرف ربیع الاول میں ہی نہیں بلکہ پورے سال پاکستان بھر کے ہر چھوٹے بڑے شہر میں میلاد مصطفٰے (ﷺ) کی محافل کا انعقاد کرواتے بالخصوص جنوری، فروری، مارچ اور اپریل کے چار مہینوں میں بہت بڑی بڑی محافل کا انعقاد کرواتے اور نفس بہ نفیس شرکت کرتے؛ اور اس چار ماہ کے سلسلہ میلاد مصطفٰے (ﷺ) کو ہر سال 12،13 اپریل کو دوروزہ محفلِ میلاد دربار شریف پر منعقد کرواکر اختتام کرتے- یہ سلسلہ آج بھی آپ کے جانشین سلطان محمد علی صاحب کی قیادت میں جاری و ساری ہے- آپ کا نظریہ تھا کہ سید الانبیا خاتم المرسلین (ﷺ) اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتِ عظمیٰ و کبریٰ ہیں ایسی نعمت کی خوشی منانے کیلئے دِن کی کوئی قید نہیں، اللہ پاک جب توفیق دے تو مسلمان کو حسبِ استطاعت ذکرِ مصطفٰے (ﷺ) کی محفل سجانی چاہیئے-

آپ کے سفر کے دوران کوئی ارادت مند اپنے گھر میں چھوٹی سی محفل کا بھی اہتمام کرتا تو اس میں شرکت فرماتے آپ بڑی نوعیت کے اجتماعات میں معتبر و مستند علمائے اہلسنت کو مدعو کرتے- مریدین کو بھی تلقین فرماتے کہ علمائے کرام کی قدر بھی کرو اور ادب بھی کیونکہ علما کا اٹھالیا جانا قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہوگا، اِس لئے آپ نے اپنے چھوٹے بھائی حضرت سلطان محمد معظم علی صاحب، اپنے شہزادگان اور بھتیجوں کو علمِ دین کی طرف رغبت دلائی اور اس کے عملی حصول کیلئے جیّد علمائے کرام کی خدمت میں بھیجا- پورا سال آپ کی تبلیغی سرگرمیوں کا سلسلہ جاری رہتا- اپنے بزرگوں کی قائم کردہ روایات کے مطابق اپنے مریدین کے گھروں میں تشریف لے جاتے اور ان کی تربیت فرماتے، اُن کے گھروں میں ذکر و نصیحت کی محافل کا اہتمام کرنے کا بھی حکم فرماتے- آپ دورانِ سفر جہاں بھی قیام فرماتے، وہیں محفلِ ذکر اور نعت خوانی ہوتی- سفر کے رفقاء میں علما بھی ہوتے، ترجمہ کنز الایمان، تفسیرِ نعیمی اور حضور سلطان العارفین کی کتب عین الفقر اور نور الہدیٰ کا درس ہوتا جس کے آخر میں آپؒ تلقین ارشاد فرماتے اور دعا فرماتے- لوگ بڑی تعداد میں آپ کے دستِ فیض رسان پہ بیعت اختیار کرتے، بیعت کے وقت آپ لوگوں کو اجتماعی توبہ کی تلقین کرتے، نماز، روزہ، شریعتِ مطہرہ کی پابندی اور اسمِ اللہ ذات کے ذکر کا حکم فرماتے-

آپ علم و عمل اور دین و دنیا کا حسین امتزاج تھے، آپ تصوّف کی تعلیم سے بھی آراستہ تھے، معاشرتی فہم و فراست سے بھی مالامال تھے- ہر آدمی سے خصوصی شفقت فرماتے اور دعاؤں سے نوازتے-

آپ نے وصال سے آٹھ ماہ پہلے سلطان محمد علی صاحب کو اپنا جانشین مقرر فرمایا، حضرت سلطان محمد علی صاحب نے اپنے والدِ گرامی کے دستِ فیض رسان پہ بیعت کی اور انہی سے خرقہ خلافت حاصل کیا-

حضرت بانیٔ اصلاحی جماعتؒ 26 دسمبر 2003ء بروز جمعۃ المبارک، دورانِ سفر ڈیرہ اسماعیل خان میں واصل الحق ہوئے- آپ کو آپ کے والدِ محترم حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز (رحمۃ اللہ علیہ) کے پہلو میں سپردِ خاک کیا گیا- آپ کے وصال سے پیدا ہونے والا خلا اگرچہ پُر نہیں ہو سکتا تاہم آپ کا خاندان اب بھی آپ کے جانشین سلطان محمد علی صاحب کی قیادت میں رشد وہدایت کا مینار نور ثابت ہو رہا ہے- حضرت سخی سلطان محمد علی صاحب نمایاں شخصیت ہیں جو لوگوں کے دلوں میں عشقِ مصطفےٰ کی شمع فروزاں کر رہے ہیں- حضور سلطان الفقر ایک ایسی نابغہ روز گار شخصیت تھے جنہوں نے اپنے کردار کی بدولت تاریخ کا دھارا موڑ کے رکھ دیا- ان کے کارہائے نمایاں سے نہ صرف پاکستان، بلکہ پورا عالم اسلام مستفید ہو رہا ہے- آپ نے 56 سال عالم اسلام کو اپنے نور سے مستفید کیا-

آپ عالم اسلام کی ان عظیم شخصیات میں سے ایک ہیں جنہوں نے بیک وقت کئی شعبوں میں کام کیا- آپ کا شمار معاصر دنیا کے صفِ اوّل کے صوفیا کرام میں ہوتا ہے-اِس بات میں کوئی دوسری رائے نہیں ہے کہ پھول اپنے رنگ اور خوشبو سے پہچانا جاتا ہے- پھل کا تعارف اُس کی بناوٹ اور ذائقہ ہے- باد بہاری کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنے دامن میں گلشن کی حیاتِ نو کی نوید جاں فضا رکھتی ہے، چاند کی چاندنی ہی اس کا عنوان جلی ہے-سورج کی ہلکی سی نمود بھی زمانے کو اس کے بارے میں خبر دیتی ہے-دودھ کی نفع بخشی اور اس کی رنگت کی نفاست ہی اس کی پہچان ہے، اسی طرح کسی انسان کا تشخص اس کی صلاحیت، علمی ذوق، عمل، جذبہ خدمت، صبر وثبات، استقامت اور فکری بلندی ہے- جتنا کسی شخص کا اولین مقصد آفاقی اور عالم گیر ہو گا اس کا جذبہ عمل، متاعِ لازوال سے مالا مال ہو گا اتنا ہی وہ کسی معاشرے کے لیے مفید اور موجب فخر ہو گا- سلطان الفقر (رحمۃ اللہ علیہ) کو خالقِ عالم نے ان صلاحیتوں سے کلی طور پر مالا مال فرمایا ہے- آپ کی ذات بالا شان جامع الصفات اور ہمہ گیر ہے- آپ کی شخصیت خدماتِ جلیلہ کے باعث ممتاز نظر آتی ہے-جہد مسلسل، یقین محکم اور عمل پیہم آپ کا طرہ امتیاز ہے- آپ فرزندانِ توحید کی سربلندی کے آرزو مند اور اتحادِ ملت کے نقیب تھے- آپ اُمت مسلمہ کو اغیار کی دریوزہ گری سے نکالنے کیلیے ہمیشہ کوشاں رہے- معروف مصنف طارق اسماعیل ساگر صاحب نے آپ کو اقبال کے مردِ مومن کے تصور کی حقیقی تصویر لکھا ہے، بلکہ آپ کی سیرت و سوانح پہ مرتب کردہ اپنی کتاب کا نام بھی اقبال کے اسی تصور پہ قائم کرتے ہوئے ”صاحب لولاک“ رکھا-

عالم ہے فقط مومنِ جانباز کی میراث
مومن نہیں جو صاحبِ لولاک نہیں ہے

جس دور سے ہم گزر رہے ہیں، یہ فتنوں کا دور ہے-ابلیسی قوتیں پوری ہوشیاری کے ساتھ دینی اقدار کو روندنا چاہتی ہیں- اس طوفان بلاخیز کا چہرہ بھی ایک نہیں کہ بندہ کسی ایک محاذ پر ڈٹ جائے اور اس کا مقابلہ کرے، بلکہ اس کے ہزار چہرے ہیں-جب صورتحال ایسی ہو تو اہل حق کی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں- آستانہ عالیہ حضرت سلطان العارفین سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) کو یہ اعزاز حاصل ہے کے اس کے مسند نشین ہر دور میں ایسے صاحب بصیرت رجال کار آئے ہیں جنہوں نے نہ صرف عالم اسلام کے مسائل کو سمجھا ہے بلکہ ان کو حل کرنے کی بساط بھر کوشش بھی کی ہے- سلطان الفقر سلطان محمد اصغر علی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے دور میں لوگوں کو شراب معرفت الٰہی پلا کر جادہ حق پر ایسا گامزن کیا کہ فیض یافتگان کی دیوانگی پر اہلِ خرد کی فرزانگی رشک کرنے لگی-

☆☆☆

بانیٔ اصلاحی جماعت
آداب کے عظیم پیکر

افضل عباس خان

"کشف المحجوب" میں سیدنا علی بن عثمان ہجویری (رحمۃ اللہ علیہ)(المتوفی:481ھ) نے حضرت ابو حفص حداد نیشاپوری (رحمۃ اللہ علیہ)(المتوفی:267ھ) کا قول نقل فرمایا ہے:

"اَلتَّصَوُّفُ كُلُّهٗ آدَابٌ لِكُلِّ وَقْتٍ آدَابٌ وَلِكُلِّ حَالٍ آدَابٌ وَلِكُلِّ مَقَامٍ آدَابٌ"

"تصوف مکمل آداب کا نام ہے-(یعنی) ہر وقت کے لئے آداب، ہر حال کیلئے آداب اور ہر مقام کیلئے آداب"-

سلطان العارفین حضرت سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) بھی ادب کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

عِلم پڑھیا تے اَدب نہ سِکھیا کی لیناں عِلم نوں پَڑھ کے ھو

یعنی ایسے علم کو حاصل کرنے کا کیا فائدہ جس سے وجود میں ادب پیدا نہ ہو-

آپ (رحمۃ اللہ علیہ) ایک اور مقام پر مزید فرماتے ہیں:

بے ادباں نہ سَار ادب دِی گئے ادباں تھیں وانجے ھو
جیہڑے تھاں مٹی دے بھانڈے کدی نہ ہوندے کانجے ھو

یعنی بے ادب لوگ تو سراسر ادب سے بے خبر ہوتے ہیں-انہیں کسی دوسرے کے مقام و مرتبہ اور فضیلت کی کوئی خبر ہی نہیں ہوتی-ان کی مثل ان مٹی کے برتنوں کی طرح ہے جو مٹی سے بننے کے باوجود اپنی پاکیزگی اور صفائی میں مشکوک رہتے ہیں-اس لئے ان برتنوں کو مانجھ کر دھات کے برتنوں کی طرح صاف نہیں کیا جا سکتا-

تمام صوفیاء کے نزدیک "تصوف" ادب ہی ادب ہے؛ اور حضرت سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے طریق تربیت میں ادب آداب پہ بہت زیادہ توجہ دی ہے کیونکہ صوفیائے کاملین کی ہر ہر ادا ادب کے سانچے میں ڈھلی ہوتی ہے- گو کہ ادب کے بہت سارے پہلو ہیں اور آدابِ صوفیاء کی کئی طرح سے وضاحت کی جا سکتی ہے- لیکن اس مضمون میں مختصراً حضور مرشد کریم بانیٔ اصلاحی جماعت سلطان الفقر حضرت سلطان محمد اصغر علی صاحب (قدس اللہ سرّہٗ) کی ظاہری زندگی میں جو آداب نمایاں نظر آتے ہیں، ان کا بیان ہو گا تاکہ ان سے رہنمائی حاصل کر کے اپنی زندگیوں کو بھی منور کیا جائے اور آنے والے لوگوں کیلئے بھی اس سے رہنمائی کا سامان پیدا ہو- کیونکہ حضور مرشد کریم نے اپنی عملی تربیت سے ہمیں یہ بتایا ہے کہ اسلاف کا وہ فیض جو آپ تک پہنچا، آپ نے اس کو کیسے اپنے سینے اور اپنے عمل میں محفوظ کیا؛ اور کس طریق سے اپنی جماعت اور تربیت کے ذریعے لوگوں میں ان آداب کا از سر نو احیاء فرمایا-

1- آدابِ نماز:

آدابِ نماز میں آپؒ کا سب سے نمایاں پہلو یہ ہے کہ آپؒ باجماعت نماز ادا کرنے کو بے حد پسند فرماتے تھے- چونکہ آپؒ کی زندگی کا اکثر وقت سفر میں گزرا تو آپؒ کے ہر سفر میں علمائے کرام آپؒ کی صحبت میں ضرور ساتھ ہوتے اور زیادہ تر کوشش ہوتی کہ نماز باجماعت ادا کی جائے- آپؒ جہاں بھی نماز ادا کرتے وہاں پاکیزگی کا بہت خیال رکھتے اور رکھواتے- سفر میں اکثر یہ مسئلہ پیش رہتا کہ بعض مقامات پر نماز ادا کرنے کے لئے مصلّے یا صفیں پوری نہ ہوتیں تو آپ کے رختِ سفر میں مستقل طور پر نماز کی چادریں ہوتی تھیں کہ اگر کوئی ایسی جگہ آ جائے جہاں پہ مصلّے دستیاب نہ ہوں تو وہاں چادریں بچھا دی جاتیں اور آپ کے رفقاءِ سفر ان کے اوپر نماز ادا کرتے- آپؒ ہمیشہ حنفی فقہ میں بیان کی گئی پوری نماز ادا کیا کرتے تھے یعنی آپ غیر مؤکدہ سنتیں اور نوافل بھی باقاعدگی سے ادا فرماتے- آپؒ فرض نماز کے بعد لازمی دعا کرتے اور ظہر، مغرب و عشا کی بقیّہ نماز ادا فرمانے کے بعد دوبارہ دُعا فرماتے- دعا فرمانے کے بعد

اٹھنے سے پہلے تین مرتبہ نیم بلند آواز میں کلمہ طیبہ کا ذکر کیا کرتے اور جب کھڑے ہو جاتے تو کلماتِ شکر ادا کرتے- بعد ازاں آپ تمام ساتھیوں سے مصافحہ کرتے-

2- آدابِ ذکر

آپؒ زیادہ تر تصورِ اسم اللہ ذات کا ذکر فرماتے تھے - چونکہ اس کے آداب میں خاموشی اور خلوت بنیادی چیز ہے اس لئے آپؒ جب بھی ذکر کا ارادہ فرماتے تو آپؒ کا کمرہ خالی کر دیا جاتا جس میں آپؒ کچھ دیر خلوت گزیں ہو کر، قبلہ رو بیٹھ کر اسم اعظم شریف کا ذکر کیا کرتے تھے- گو کہ کبھی دیکھنے کا موقع تو نہیں ملا لیکن آپ کے لئے ایک مخصوص چمڑے کا بیلٹ بنا ہوا تھا کہ اگر زیادہ دیر بیٹھنا ہو تو وہ کمر کو سپورٹ دیتا رہے- آپؒ اپنی خدمت میں رہنے والوں کو حکم فرماتے کہ روزانہ کی بنیاد پر اس بیلٹ کی پاکیزگی کا بھی خاص خیال رکھا جائے تاکہ اس کے اوپر گرد و غبار نہ ہو-

"ذکر بالجہر" اسم اللہ کے ذکر کا جہری طریقہ بھی ہے- جس کو حضرت سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) کے فقراء ایک مخصوص انداز میں کرتے ہیں؛ وہ جب آپؒ کی خدمت میں کیا جاتا تو آپؒ جس جگہ چارپائی یا کرسی پہ جلوہ فرما ہوتے تو ذکر کرنے والے ساتھی دو صفوں میں بٹ کر یعنی آپؒ کے دائیں اور بائیں پہلو میں برابر تقسیم ہو کر بآوازِ بلند اسم اللہ کا ذکر کیا کرتے - جب ذکر اختتام پذیر ہو جاتا تو کافی لمحات تک آپؒ آنکھوں کو جھکا کر خاموش بیٹھے رہتے، پھر آپؒ ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوتے اور اگر مزید محفلِ ذکر یا محفل وعظ ہونی ہوتی تو اس کی طرف اشارہ فرماتے وگرنہ دعا فرما کر محفلِ ذکر کو اختتام فرماتے-

3- آدابِ ذکرِ مصطفٰے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم):

سیدی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اسم مبارک کا ذکر جب بھی آپؒ کی محفل میں مبارک ہوتا تو آپؒ اپنے دونوں انگوٹھے اپنے لبوں سے لگا کر اپنی آنکھوں کے اوپر رکھتے، اپنے سر مبارک کو خم دیتے جس طرح تعظیماً جھکایا جاتا ہے اور اپنی آنکھوں کو بھی بند فرماتے- اگر آپؒ کبھی گفتگو فرما رہے ہوتے جس میں آقا کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات گرامی سے کسی سوال کا ذکر آجاتا یا آپ کے اوصاف و کمال کا ذکر آجاتا تو حضور مرشد کریم اکثر اوقات اپنے دونوں ہاتھوں کو ادب و عجز کے خاص انداز میں جوڑ کر آقا کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ذکر مبارک کو مکمل فرماتے-

4- آدابِ ذکرِ اسلاف:

جب بھی آپؒ کی گفتگو میں انبیاء کرام (علیہم السلام)، صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) اور اولیاء کاملین (رحمۃ اللہ علیہم) کا ذکر آتا تو آپ حسبِ مراتب ان کے اسماء سے پہلے اور بعد میں مؤدبانہ الفاظ کا استعمال کرتے یعنی اگر کسی نبی یا رسول کا ذکر آتا تو آپ نام سے پہلے حضرت یا سیدنا اور نام کے بعد "علیہ السلام" فرماتے- اسی طرح اگر صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کا ذکر آتا تو لازماً نام سے پہلے حضرت اور نام کے بعد "رضی اللہ عنہ یا عنہا" فرماتے- یعنی گفتگو میں اگر حضرت عمرؓ کی بات چل رہی ہے تو ہم تو حضرت عمر کہہ دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ حضرت کہہ دیا تو تعظیم کا تقاضا مکمل ہو گیا لیکن اگر آپ کی گفتگو میں حضرت عمرؓ کا ذکر دس بار بھی آتا تو آپ حضرت عمرؓ کے اسم سے پہلے حضرت یا سیدنا اور نام کے بعد "رضی اللہ عنہ" ضرور فرماتے- اسی طرح اگر اولیاء اللہ کا ذکر آتا تو آپ ان کے نام سے پہلے تعظیمی لقب اور نام کے بعد "رحمۃ اللہ علیہ" فرماتے-

5- اولیاء اللہ کی حاضری کے آداب

حضور بانیٔ اصلاحی جماعتؒ کی خدمت سے فیض یاب ہو کر جتنا بھی مشاہدہ کرنے کا شرف ملا اس میں آپؒ کی شخصیت میں یہ پہلو بھی بہت نمایاں ہے کہ آپؒ اپنے شیوخ یا دیگر اولیاء کاملین کے مزارات پہ انتہائی مؤدب حاضری دیا کرتے- حتیٰ کہ دیکھنے والے حالتِ رشک میں ہوتے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو کس قدر بلند مقام و مرتبہ عطا فرمایا ہے لیکن اس کے باوجود آپؒ کی عاجزی کا یہ عالم ہے کہ انتہائی مؤدبانہ اور عاجزانہ انداز میں اولیاء کرام کے مزارات پہ حاضر ہوتے ہیں- دراصل یہ آپؒ کی خدمت میں رہنے والے مریدین کے لئے ایک سبق تھا کہ شیوخ کی خدمت میں کیسے حاضری کرنی چاہیے- اگر آپؒ دربار شریف سے شمال کی طرف سفر کرتے یعنی جو علاقے دربار حضرت سلطان باھوؒ سے شمال کی طرف واقع ہیں تو وہاں آپؒ حالتِ آرام میں بھی یہ خیال کرتے کہ آپ کے پاؤں جنوب کی جانب نہ ہوں- کیونکہ جنوب میں حضرت سلطان باھو، حضرت

سلطان سید بہادر علی شاہ اور حضرت سلطان محمد عبد العزیز (رحمۃ اللہ علیہ) کا مزار شریف آتا تھا- اس لئے آپؒ فرماتے تھے کہ مجھے اس بات سے حیاء آتی ہے کہ میں ان مبارک ہستیوں کے مزارات کی طرف پاؤں کر کے سو جاؤں-

جب آپ شہبازِ عارفاں سلطان سید محمد بہادر علی شاہ (رحمۃ اللہ علیہ) کے دربار پر نوراتا (9) یا اکیس راتا (21) کے لئے آرام فرما ہوتے تو آپ کے آرام کے لئے جو کمرہ تھا وہ دربار شریف سے شمال کی طرف تھا اور ہم نے جب بھی دیکھا آپؒ نے جنوب کی طرف پشت کر کے آرام نہیں فرمایا- آپؒ چہرہ آسمان کی طرف اور اگر کروٹ کے بل لیٹتے تو چہرہ جنوب کی جانب رکھتے- حتی کہ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے، کہیں جاتے ہوئے، مسجد میں جاتے اور وضوء کرتے ہوئے بھی یعنی کسی بھی زاویے میں دربار شریف کی طرف پشت ہو رہی ہوتی تو آپؒ اپنی پشت کو دوسری طرف کر لیتے- جتنا عرصہ بھی آپؒ اپنے مرشد پاک کے دربار پہ قیام فرما رہتے آپ نیچے زمین پر سوتے اور کبھی بھی چارپائی کے اوپر آرام نہ فرماتے تھے- البتہ آخری ایک دو برسوں میں آپ کیلئے ایک پلنگ بنایا گیا جس پر آپ آرام فرماتے تھے- اس کے متعلق بھی آپؒ نے فرمایا کہ مجھے حضور پیر سید محمد بہادر علی شاہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے حکم فرمایا ہے کہ آپ یہاں پلنگ استعمال کیا کریں- آپؒ نے اس پلنگ کے بھی نیچے سے پائے کٹوا دیے تھے جس کے باعث وہ زمین کے بہت قریب ہو گیا تھا- کیونکہ پلنگ کا حکم تھا اور آپؒ انکار بھی نہیں کر سکتے تھے اور پلنگ پہ سونا بھی نہیں چاہتے تو آپ نے اس پلنگ کی اونچائی ختم کروا دی-

اسی طرح اکثر ساتھی وہاں پہ اونچا ہنستے یا بولتے تو آپ ان کو آنکھوں کے اشارے سے منع فرماتے کہ یہ میرے مرشد پاک کا دربار ہے اور یہاں یہ بات ادب کے منافی ہے کہ کوئی اونچا بولے یا اونچا ہنسے یا کوئی فحش گفتگو کرے-

6- آدابِ گفتگو:

آپؒ کی گفتگو ہمیشہ سراپا ادب ہوتی، گفتگو کے الفاظ انتہائی چنے ہوئے ہوتے جن میں تصنع یا بناوٹ نہ ہوتی تھی- بلکہ ہمیشہ ایسے الفاظ فرمایا کرتے تھے جو دل میں گھر کر جاتے تھے- جب آپؒ مختلف مشائخ و علماءِ کرام سے گفتگو فرماتے تو فقط اس وقت آپ علمی اصطلاحات کا استعمال فرماتے مگر جس وقت آپؒ سادہ لوح لوگوں یعنی جو زیادہ پڑھے لکھے نہیں ہوتے تھے ان کے ساتھ بالکل سادہ زبان بلکہ ان کے محاوروں میں ان کے ساتھ گفتگو فرماتے- آپ کِھل کِھلا کر اونچا نہیں ہنستے تھے، کبھی کبھار اگر آپؒ کا قہقہ ہوتا تو وہ بہت ہی خوبصورت انداز میں ہوتا، لیکن عام طور پر آپ مسکرا دیتے تھے- گفتگو کی آواز اور لہجہ بھی دھیمہ ہوتا تھا اور بلند آواز میں فقط اُس وقت گفتگو فرماتے جب آپ کے گرد زیادہ لوگ بیٹھے ہوتے اور آواز کو دور تک پہنچانا مقصود ہوتا- لیکن اگر آواز دھیمی بھی ہوتی تو یہ آپ کے وجودِ مبارک کی ایک کرامت تھی کہ کتنی بڑی محفل کیوں نہ ہو آپ بغیر سپیکر کے گفتگو فرماتے اور سب تک آپ کی آواز پہنچا کرتی- حالانکہ آپؒ کا لہجہ بھی بلند نہیں ہوتا تھا کہ زور لگا کر سب تک آواز پہنچائی جائے؛ جس طرح عموماً لوگوں کی آواز پھٹی ہوئی یا بہت زیادہ بلند ہوتی ہے تو آپ کی آواز نہ بہت زیادہ بلند تھی اور نہ پھٹی ہوئی تھی بلکہ نسبتاً باریک آواز تھی لیکن آواز میں ایک وجاہت اور شان و شوکت تھی- آپؒ ہمیشہ نرمی سے گفتگو فرماتے خاص طور پر جب آپ کسی محفل میں تشریف لاتے تو اس قدر خلوص اور محبت بھری آواز اور لہجے میں "السلام علیکم" کہتے کہ پوری محفل آپ کی طرف متوجہ ہو جاتی اور لوگوں کے دلوں میں بے ساختہ آپؒ کی محبت پیدا ہو جاتی-

7- آدابِ مصافحہ:

مصافحہ کے آداب میں سب سے نمایاں پہلو یہ تھا کہ آپؒ کبھی بھی بے توجہی میں مصافحہ نہیں فرماتے تھے بلکہ جس سے

بھی مصافحہ کرتے اپنا دستِ شفقت پوری گرم جوشی کے ساتھ ملاتے اور جب تک مصافحہ کرنے والا ہاتھ نہ چھوڑتا آپؒ تب تک اپنا ہاتھ پیچھے نہ کھینچتے تھے۔ آپؒ جس سے مصافحہ کرتے آپ اپنی آنکھوں کو پوری طرح اس کی جانب متوجہ کرتے تا کہ اس کو یہ احساس نہ ہو کہ مَیں بے توجہی سے مل رہا ہوں۔ نماز کی جماعت کے بعد آپ نمازیوں سے مصافحہ فرماتے تھے، اکثر ایسے ساتھی ہوتے جو پانچوں نمازوں میں ساتھ شریک ہوتے وہ بار بار مصافحہ اور دست بوسی کے شرف سے لطف اندوز ہوتے۔ اگر کوئی انجان آدمی بھی آجاتا آپ معانقہ فرماتے اور پوری طرح اس سے حال احوال پوچھتے۔ کئی مرتبہ گرمیوں میں کسان اور کام کاج کرنے والے مزدور یا غرباء جو پسینہ میں شرابور ہوتے، وہ بھی جب آپ سے گلے ملتے تو آپ کے چہرہ مبارک پہ کبھی بھی کراہت یا دور ہٹنے کے آثار پیدا نہ ہوئے بلکہ جب تک جو آدمی معانقہ کرتا آپ اس سے معانقہ فرماتے اور آپ نے کبھی کسی کو معانقہ سے منع نہ فرمایا۔

8- آدابِ طعام:

آپؒ طعام سے پہلے بھی ہاتھ دھوتے اور طعام کے بعد بھی۔ طعام کے لئے آپؒ کا ایک مخصوص تولیہ تھا جب آپ کھانا کھانے لگتے تو وہ آپ کی گود میں بچھا دیا جاتا تھا آپ اکثر اوقات اس تولیہ سے ہاتھ خشک کرتے۔ جب آپ کھانا تناول فرما لیتے تو آپ تمام دستر خوان پہ تشریف فرما لوگوں کی طرف دیکھتے اگر سبھی کھانا کھا چکے ہوتے تو اس وقت آپ بلند آواز سے شکر الحمد للہ فرما کر ہاتھ اٹھاتے اور مسنون دعا پڑھتے۔ لیکن اگر کوئی ایک بچہ بھی دستر خوان پہ کھانا کھا رہا ہوتا تھا تو جب تک کھانا مکمل نہیں ہو جاتا تھا آپ دعا نہیں فرماتے تھے۔ یعنی لوگوں کے کھانا ختم ہونے کا انتظار فرماتے۔ صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب نے ایک واقعہ بیان کیا کہ حضور مرشد پاک ایک دن گھر تشریف لے جاتے ہوئے ڈیوڑھی میں داخل ہوئے تو سامنے روٹی کا ایک نوالہ نیچے پڑا تھا آپ نے اٹھوا کے پکڑا اور اس نوالے کو بوسہ دیا اور فرمایا کہ:

”حضرت سلطان صاحب کے لنگر کی بے ادبی نہ ہونے دیا کریں۔ اگر نعمت کی ناقدری کی جائے تو نعمتیں تنگ کر دی جاتی ہیں“۔

آپؒ سفر کے دوران جن علاقوں میں جاتے ان علاقوں کی مقامی سوغات کو تناول کیلئے پسند فرماتے۔ مثلاً اگر سفر میں ڈیرہ اسماعیل خان جانے کا اتفاق ہوتا تو وہاں کی توبت بہت شوق سے تناول فرماتے، یا اگر شکار میں ہوتے تو خرگوش، تیتر وغیرہ شوق سے تناول فرماتے۔

9- آدابِ شکار:

آپؒ شکار کے متعلق فرماتے کہ ہم خاموش جگہوں پر شکار کرنا پسند کرتے ہیں تا کہ ہماری ورزش بھی ہو جائے، طبیعت بھی بہل جائے، خاموشی کا موقع بھی مل جائے اور بزرگوں کی روایت بھی قائم رہے۔ آپ بندوق کے ساتھ تیتر، ہرن، ہڑیال اور شکاری کتوں کے ساتھ خرگوش کا شکار کرتے تھے۔ لیکن جو کتے شکار میں استعمال کیے جاتے آپؒ فقہاء کے دستور کے مطابق انہیں تربیت دِلواتے۔ آپؒ کے حلقۂ شکار کا یہ اصول تھا کہ کوئی شکاری باغ سے پھل نہیں توڑ سکتا، اگر کسی کی فصل میں بیر لگے ہوئے ہیں تو بیر تک کو پتھر مارنے یا توڑ کر کھانے کی اجازت نہ تھی۔ فصلوں سے گزرتے وقت تازہ سبزیوں کو توڑنے کی شدید ممانعت ہوتی تھی۔ اسی طرح خرگوش کے شکار میں جب ایک خرگوش کے پیچھے جوڑ بھگایا جاتا تو اگر خرگوش اس جوڑ سے بھاگ جاتا تو آپ پھر راستہ تبدیل کر لیتے تا کہ راستے میں دوبارہ وہی خرگوش نہ آئے۔ کیونکہ آپؒ فرماتے تھے کہ ہم گوشت کھانے کے لئے شکار نہیں کرتے بلکہ لوگوں کی تربیت کیلئے شکار کرتے ہیں۔ اس لئے جو خرگوش بھاگا ہے وہ اگلے دن تو شکار کیا جا سکتا ہے لیکن اسی دن دوبارہ اس پر جوڑ نہیں چھوڑا جا سکتا۔ اگر کوئی ایسا کرتا تو آپ اس کو بہت سخت تنبیہ فرماتے۔ آپؒ شکار

گاہوں میں بھی حفاظ، قراء اور علماء کرام کے ہمراہ باجماعت نماز کا اہتمام فرماتے۔

10- آدابِ گھڑ سواری:

آپؒ کبھی بھی بغیر دستار کے گھوڑے پر سوار نہیں ہوئے۔یعنی گھڑ سواری میں دستار آپ کے آداب کا حصہ تھی۔ گھڑ سواری میں آپ کے شاگردِ خاص ملک محمد حیات کھنجیرہ صاحب نے بتایا کہ اگر آپ کسی کو بغیر دستار یا بغیر سر ڈھانپے گھوڑے پہ سوار دیکھتے تو ناپسند فرماتے اور ارشاد کرتے کہ:

"اتوں مندر، تھلوں مسیت"، (اوپر مندر نیچے مسجد)۔

مراد کہ نیچے تو اچھا کام ہے کہ گھوڑے پہ سوار ہے مگر سر کی طرف سے اچھا کام نہیں کہ آداب کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔

زندگی کے آخری چند برسوں میں آپ شکار میں کبھی کبھار پیدل چلنے کی بجائے گھوڑی پہ بھی بیٹھ جاتے تو شکار میں آپ دستار کم استعمال فرماتے اس کی بجائے اونی ٹوپی سر مبارک پہ سجاتے۔ آپؒ جب بھی گھوڑے پر بیٹھنے کے لئے تشریف لے جاتے تو ہمیشہ تازہ وضوء فرما کر گھوڑے پر بیٹھتے۔اگر کوئی گھوڑا میلا یا صاف نہ کیا گیا ہوتا تو اس پر بھی سواری نہ فرماتے بلکہ آپؒ فرماتے کہ گھوڑے کا صاف ہونا بھی سواری کے آداب میں ہے۔

11- آدابِ تازی داری:

گھڑ سواری الگ چیز ہے اور تازی داری الگ۔ تازی داری گھوڑا پالنے کو کہتے ہیں اور گھوڑا پالنے کے بھی آداب ہوتے ہیں جس پر ایک الگ تفصیلی کتاب مرتب کی جا سکتی ہے۔لیکن مختصر وقت میں صرف یہ بتانا چاہوں گا کہ تازی داری کے آداب میں آپؒ ہمیشہ گھوڑے کا تھان صاف رکھنے کو کہتے اور گھوڑے کو سخت جگہ باندھنے سے منع فرماتے۔ گو کہ گھوڑا طاقتور جانور ہے لیکن اس کی بدنی ساخت ایسی ہے کہ اس کو سخت جگہ پہ نہ باندھا جائے تاکہ اگر یہ بیٹھے تو راحت محسوس کرے۔ آپؒ گھوڑوں کو گالی دینے سے بھی سختی سے منع فرماتے۔ آپؒ فرماتے کہ اگر کوئی گھوڑا سختی کر رہا ہے یعنی کاٹنے اور لوگوں کو مارنے سے باز نہیں آتا تو اس تربیت کے لئے بعض دفعہ چھڑی رکھی جا سکتی ہے تاکہ گھوڑا قابو میں رہے۔ لیکن گھوڑے کو جوتی یا کوئی ایسی چیز نہ دکھائی جائے جس سے اہانت ہو۔

12- آدابِ تربیت:

گو کہ ادب بذاتِ خود ایک تربیت ہے لیکن ایسے ساتھی جو آپ کے ساتھ زیر تربیت رہتے تھے آپ ان کے آداب کا بھی بہت خیال رکھتے تھے۔یعنی ہر موسم کے مطابق ان کے لباس اور ان کے کھانے پینے کے مطابق ان کی ضروریات کا خیال رکھتے۔ آپؒ ہمیشہ ساتھیوں کو ایک دوسرے کی عزت نفس کا خیال رکھنے کی تاکید فرماتے کہ کوئی ایسا قول مت بولو اور کوئی ایسا فعل سر انجام نہ دو جس سے تمہارے شریکِ سفر کی عزتِ نفس مجروح ہو اور وہ خود کو تم سے یا دوسروں سے کم تر جاننے لگے۔بلکہ اس کی عزت کرو تاکہ وہ سب ساتھیوں میں خود کو برابر سمجھے۔ آپؒ ہر ایک سے شفقت سے پیش آتے اور یہی وجہ تھی کہ آپؒ اپنی محفل میں شفقت و اخلاق اور اپنے وجود کی روحانیت کی بدولت جانِ محفل ہوتے تھے۔ یعنی اگر آپ دائیں دیکھتے تو ساری محفل دائیں دیکھتی، آپ بائیں دیکھتے تو ساری محفل بائیں دیکھتی، آپ مسکراتے تو ساری محفل مسکراتی۔ آپؒ جب گفتگو فرماتے تو لوگ مسکرا مسکرا کر آپ کی طرف دیکھتے اور آپ کے ہر ایک لفظ پہ محفل میں سبحان اللہ کی آواز آتی۔ جب آپ آنکھیں جھکا کر کسی خیال مبارک میں ہوتے یا آپ آنکھوں کو بند کر کے حالتِ مراقبہ میں جاتے تو کسی کی ہمت نہ ہوتی کہ اپنی آنکھوں کو بلند کرے بلکہ ہر آدمی اپنی آنکھوں کو جھکا کر آپ کی محفل کے جلال کو محسوس کر رہا ہوتا۔

13- آدابِ مساجد:

آپؒ کو مساجد سے بے پناہ محبت تھی۔ آپؒ جہاں کہیں بھی سفر میں تشریف لے جاتے تو اکثر اوقات آپ کے ساتھ قافلے میں تین سے چار گاڑیوں کا قافلہ چلتا تھا جس میں آپؒ کے زیر تربیت رہنے والے ساتھی ہوتے تھے تو آپؒ راستے میں وضو کے لئے زیادہ پانی استعمال کرنے سے منع فرماتے تاکہ مسجد کا بے

جا اسراف نہ ہو- اسی طرح آپؒ نے دربار حضرت سلطان باھوؒ پہ جو مسجد تعمیر کروائی اس کے متعلق آپؒ سختی سے فرماتے کہ اس مسجد سے متعلقہ سامان صرف و صرف مسجد کیلئے استعمال کیا جائے- آپؒ گھوڑوں کے متعلق فرماتے تھے کہ میرے مرشد پاک کی طرف سے مجھے یہ گھوڑے امانت اور خدمت کے طور پر عطا ہوئے ہیں اس لئے ہمیں اجازت نہیں ہے کہ ہم اپنی ذاتی ضروریات کیلئے گھوڑوں کو فروخت کر سکیں البتہ مسجد کیلئے اجازت ہے کہ ہم گھوڑوں کو فروخت کر سکتے ہیں- یعنی اگر کوئی ایسا موقع آئے کہ ہمارے پاس رقم ختم ہو جائے اور مسجد کا کام بند ہو جانے کا اندیشہ ہو تو ہم صرف مسجد کے کام کے لئے گھوڑے فروخت کر سکتے ہیں ورنہ ہمیں گھوڑے فروخت کرنے کی اجازت نہیں ہے-

یہاں آپؒ کی مسجد سے محبت کا ایک انتہائی خوبصورت اور دلچسپ واقعہ بیان کرنا چاہوں گا کہ:

”آپؒ نے اپنی زندگی میں جس گھوڑے پہ سب سے زیادہ سواری اور نیزہ بازی کی وہ آپ کو نہایت عزیز تھا- جس کا نام کبوترا تھا وہ آپ نے مسجد پاک کیلئے فروخت فرما دیا اور جو لوگ آپ کے ساتھ رہے ان کو معلوم ہے کہ اس گھوڑے کے بعد آپ کی نیزہ بازی کا وہ دور نہ رہا اور اس کے بعد ویسا لگاؤ کسی اور گھوڑے کے ساتھ نہ ہو سکا- آپؒ نے خود یہ واقعہ بیان کیا کہ مسجد پاک کا کام ہو رہا تھا اور رقم ختم ہوگئی میں سوچ رہا تھا کہ کہاں سے رقم دستیاب کی جائے کیونکہ کسی سے مانگنا مجھے اچھا نہیں لگتا- آپؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن مَیں ضلع سرگودھا میں ایک مقام پر دوپہر کا کھانا کھا رہا تھا تو مجھے باطن میں روحانی طور پر محل شریف سے فرمایا گیا کہ مسجد کے لئے اپنی محبوب چیز قربان کرو- مَیں نے عرض کی حضور کونسی تو محل شریف سے حکم ہوا کہ کبوترے گھوڑے کو فروخت کر دو- آپؒ فرماتے ہیں کہ مجھے گھوڑے سے اتنی محبت تھی کہ جب نوالہ منہ ڈالنے لگا تو چند لمحات کے لئے وہ نوالہ میرے ہاتھ میں رہ گیا اور سوچنے لگا کہ مَیں اس گھوڑے کو بھی فروخت کروں گا لیکن آپؒ فرماتے ہیں کہ مَیں نے بغیر کسی تردد کے کبوترا گھوڑا مسجد پاک کیلئے فروخت کر دیا“-

اسی طرح کا ایک خوبصورت واقعہ ہے کہ:

”مسجد پاک کی تعمیر کے وقت جب مینار بن رہے تھے تو آپؒ میناروں کے ڈیزائن مستریوں اور انجینئرز کو بتا کر سفر پر روانہ ہو گئے- جب چند ماہ بعد آپؒ کی واپسی ہوئی تو وہ مینار اس طرح نہیں بنے تھے جس طرح آپؒ رہنمائی دے کر گئے تھے- کیونکہ جو مینار بنے تھے آپؒ کے مطابق مسجد کی شان و شوکت میں کمی بھی پیدا کر رہے تھے اور مضبوط بھی نہ تھے- اس لئے آپؒ نے ارادہ کیا کہ اس مینار کو شہید کروا کر بارِ دگر دوبارہ بنوایا جائے- لیکن آپؒ نے فرمایا کہ اس طرح مسجد کے مینار کو شہید کرنا بے ادبی کے زمرے میں نہ آئے؛ حالانکہ آپ خود علم رکھتے تھے لیکن آپؒ نے جماعت میں شامل علماء کرام مثلاً مفتی اشفاق احمد صاحبؒ، مفتی صالح محمد صاحبؒ اور دیگر مفتیان کرام سے مشورہ طلب کیا کہ جو مینار بن چکا ہے یہ خوبصورتی اور مضبوطی میں ویسا نہیں جیسا کہ ہم چاہتے تھے؛ اس لئے مَیں اس سے زیادہ خوبصورت اور مضبوط مینار بنوانا چاہتا ہوں تو کیا یہ مینار شہید کیا جا سکتا ہے؟ علماء کرام بھی آپ کی اس احتیاط اور مسجد پاک سے محبت پر حیران رہ گئے تو انہوں نے کہا کہ بالکل یہ کیا جا سکتا ہے- علماء کی رائے کے بعد آپ نے حکم جاری فرمایا کہ اس مینار کو شہید کر کے نئے مینار بنوائے جائیں جو اس سے زیادہ خوبصورت بھی ہوں اور مضبوط بھی“-

درج بالا وہ آداب ہیں جو سرِ دست یاد تھے اور یہاں رقم کرنے کی سعادت حاصل کی وگرنہ آپ کا ہر قول، ہر عمل آپ کے وجود کی ہر حرکت اور ہر سکنت آداب میں ڈوبی ہوئی ہوتی تھی اور آپ اس قول کی عملی تصویر تھے کہ ”تصوف مکمل آداب کا نام ہے“- کیونکہ ادب ہی سے صوفیاء کو شناخت کیا جاتا ہے- اللہ تعالیٰ ہمیں ان آداب کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے-

☆☆☆

اصلاحی جماعت
کے قیام کے محرکات
اور عالمی پسِ منظر

اسامہ بن اشرف

تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ جب جب انسانی معاشروں میں معاشرتی و روحانی خرابیاں پیدا ہوئیں اور خلقِ خدا گم گشتِ راہ ہوئی تو عامۃ الناس کی اصلاح و تعلیم و تربیت کیلئے باذنِ الٰہی عظیم شخصیات اس دنیا میں تشریف لاتی رہیں تاکہ مخلوقِ خدا کو راہِ حق پر گامزن کیا جائے۔ اصلاحِ انسانیت کیلئے نبوت کا طویل سلسلہ حضرت محمد الرسول اللہ (ﷺ) کی ذاتِ مقدسہ کے ظہور پر اختتام پذیر ہو گیا اور مخلوقِ خدا کی راہبری کی عظیم ذمہ داری علماءِ حق کے ذمہ لگی جنہیں علمائے ربانیین اور اولیائے کاملین بھی کہا جاتا ہے۔

سلسلۂ فقر کی ابتدا بھی حضور رسالت مآب (ﷺ) کی ذاتِ مقدسہ سے ہوتی ہے جس کے متعلق آپ (ﷺ) نے خود ارشاد فرمایا:

"الفقر فخری والفقر منی"

"مجھے فقر پر فخر ہے اور فقر میرے اندر کا نور ہے"۔

اسی فقر کے متعلق اشارہ کرتے ہوئے علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

فقر تو سرمایہ این کائنات
از تو بالا پایہ این کائنات

"آپ (ﷺ) کا فقر اس کائنات کا سرمایہ ہے اور آپ (ﷺ) ہی کے فقر کی بدولت کائنات قائم و دائم ہے"۔

آپ (ﷺ) کے فقر کے فیض کو روئے زمین پہ پھیلانے والے فقراء و صوفیاء ہر عہد اور زمانے میں موجود رہے ہیں اور رہیں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی زندگیاں وقفِ راہِ مصطفےٰ (ﷺ) کی ہوتی ہیں۔ اِن کے دن ذکرِ الٰہی سے روشن ہوتے ہیں اور راتیں حبیبِ کریم (ﷺ) کی کالی کملی کی پناہ میں گزرتی ہیں۔ اِن کی ہر سانس متلاشیانِ حق کی راہنمائی کرتے گزرتی ہے اور ہر لمحہ دینِ حق کی سربلندی اور غلبۂ اسلام کی جہد و سعی میں گزرتا ہے۔ ان کے سینے فقرِ محمدی (ﷺ) کا امین ہونے کے ناطے منور و معطر ہوتے ہیں، برکتِ فقر سے سینوں کا نور ان کی جبینوں میں عیاں ہوتا ہے۔ فقرِ محمدی (ﷺ) کے امین اور اس فقرِ مومن کے متعلق علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں کہ:

فقرِ مومن چیست؟ تسخیر حیات
بندہ از تاثیر او مولیٰ صفات

"مومن کا فقر کیا ہے؟ کائنات کی تسخیر کرنا اور فقر کی تاثیر سے بندے کے اندر اپنے مولیٰ کی صفات منعکس کرنا"۔

زیرِ مطالعہ مضمون عالمِ تصوف و روحانیت کی ایسی ہی عظیم شخصیت اور فقرِ محمدی (ﷺ) کے امین سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی قدس اللہ سرّہٗ کی ملی خدمات کے متعلق ہے۔

آپؒ حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرّہٗ کی اولادِ پاک میں نویں پشت مبارک میں سے ہیں۔ آپؒ کی ولادت باسعادت 27 رمضان المبارک، 14 اگست 1947ء کو بوقتِ سحر دربار حضرت سلطان باھوؒ پر ہوئی جو کہ در حقیقت اہل بصیرت و دانش کیلئے ایک عظیم نشانی تھی۔ آپ قدس اللہ سرّہٗ کو قدرت نے اس دن تولد بخشا جس دن مسلمانانِ برصغیر کو انگریز و ہندو سامراج کے تسلط سے آزادی ملی اور مدینہ ثانی پاکستان، دنیا کے نقشے پر اسم محمد (ﷺ) کی صورت میں ظاہر ہوا۔ آپؒ کو اللہ تعالیٰ نے وسیع قلب، اعلیٰ و احسن ظرف، نگاہِ بصیرت، مومنانہ فراست اور روشن ذہانت عطا فرمائی تھی۔ آپؒ کی ظاہری تعلیم و تربیت آپؒ

کے والد محترم شہباز عارفاں حضرت سلطان محمد عبد العزیزؒ نے خود فرمائی- جس طرح حضرت اسماعیل (علیہ السلام) نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو، حضرت یوسف (علیہ السلام) نے حضرت یعقوب (علیہ السلام) کو اور حضرت علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) نے آقا علیہ الصلوٰۃ و السلام کو محض ظاہری رشتہ کی بجائے اپنا مرشد اور رہبر مانا- ان عظیم ہستیوں کے نقشِ قدم پہ چلتے ہوئے آپؒ نے ہمیشہ اپنے والد محترم کو اپنا مرشد و رہبر سمجھا اور خود کو ایک طالب کے طور پر خدمت میں پیش کیے رکھا جو کہ طالبانِ مولیٰ اور مسافرانِ راہِ سلوک کیلئے ایک ناقابلِ فراموش درس اور قابلِ تقلید مثال ہے- آپؒ نے اپنے مرشد کریم کی ایک طالبِ مولیٰ کے طور پہ بے مثال خدمت کی جس کا آسائش و آرام کی زندگی گزارنے والے ”پیر زادے“ تصور بھی نہیں کر سکتے- یہاں تک کہ آپ نے بارہ سال تک اپنے مرشد کیلئے خود صبح تہجد کے وقت چائے بنا کر پیش کی-

آپؒ نے اصلاح و تربیّت کیلیے مختلف ادارے قائم فرمائے جن میں درج ذیل سر فہرست ہیں:

1. انجمن غوثیہ عزیزیہ انوارِ حق باھُو سلطان پاکستان و عالمِ اسلام
2. اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین
3. العارفین پبلی کیشنز
4. ماہنامہ مراۃ العارفین انٹر نیشنل
5. دارالعلوم غوثیہ عزیزیہ انوارِ حق باھو

آپؒ نے ملک و ملت کی رہنمائی کیلئے دور دراز کے سفر فرمائے، خَلقِ خدا کی رہنمائی فرمائی اور امت مسلمہ کے وجودِ ضعیف میں اک نئی روح پھونکی جس کے اثرات آج ہمیں عیاں نظر آرہے ہیں- آپ نے ایک خانقاہ سے چل کر نا صرف ایک مرشدِ اکمل کا کردار ادا کیا بلکہ پاکستان و عالمِ اسلام کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کے لیے اقدامات بھی کیے-

گاه باشَد که تهِ خرقه زرَه می پوشند
عاشقاں بندۂ حال اند و چناں نیز کنند

”فقرا کبھی کبھی خرقۂ فقیری کے نیچے زرہ بھی پہن لیتے ہیں- اللہ کے عاشق وقت کے تقاضوں میں جیتے ہیں، اس لئے یوں بھی کرنا پڑتا ہے“-

زیرِ مطالعہ مضمون میں اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین کے قیام کے ممکنہ عالمی محرکات کا مختصر جائزہ لیا جائے گا کہ کس طرح بانیٔ اصلاحی جماعت حضرت سلطان محمد اصغر علی صاحبؒ نے امتِ مسلمہ کی حالتِ زار اور عالمی سازشوں کا بروقت ادراک کرتے ہوئے ”عارفِ کامل و مردِ خود آگاہ“ کا کردار ادا کیا اور اس بیمار و نادار ملت کا نہ صرف مرض تشخیص فرمایا بلکہ اس کا حل بھی عطا فرمایا-

1987ء میں اصلاحی جماعت کی بنیاد رکھی گئی جبکہ عالمی تنظیم العارفین کی تشکیل 1999ء میں ہوئی- یہ وہ دور تھا جب عالمِ اسلام بین الاقوامی سازشوں میں جکڑا ہوا تھا- پاکستان اندرونی طور پر مختلف خلفشار کا شکار تھا- صوبہ بلوچستان اغیار کی سازشوں اور اپنوں کے غیر ذمہ دارانہ رویوں کی وجہ سے خراب حالات کا سامنا کر رہا تھا- 1971ء میں مشرقی پاکستان کی علیحدگی کا زخم ابھی ہرا تھا- ملک میں سیاسی و عسکری طاقتوں میں سرد جنگ کی وجہ سے ترقی و استحکام نا ہونے کے برابر تھا- ملکِ خداداد میں سیاسی استحکام اپنی کمزور ترین نہج پر تھا- بھارت کے ساتھ تین جنگیں لڑنے، مشرقی پاکستان کی علیحدگی اور افغانستان میں سویت یونین کے خلاف طویل جنگ کی وجہ سے پاکستان نظریاتی، معاشی اور معاشرتی طور پر بہت کمزور ہو چکا تھا- بھارت پاکستان کو غیر مستحکم کرنے اور ملک کے حصے بخرے کرنے کے لیے دشمنانہ سرگرمیوں میں مصروف تھا- عالمی سرد جنگ میں امریکہ کے حامی ہونے کی وجہ سے پاکستان کے دنیا کے بہت سے ممالک سے تعلقات انتہائی سرد تھے- پاکستان کے لوگ ملک چھوڑ کر دوسرے ممالک میں سکونت اختیار کرنے کو ترجیح دے رہے تھے اور لوگوں میں جذبہ حب الوطنی ناپید ہوتا جا رہا تھا- مشرقِ وسطیٰ کے ممالک کی طرح پاکستان میں بھی عوام کو فوج

کے خلاف کرنے کیلیے چانکیائی چالیں چلی جا رہی تھیں- بین الاقوامی سرمایہ کار پاکستان میں سرمایہ کاری کرنے سے گریز کر رہا تھا- المختصر! ملک میں امن و استحکام اور ترقی کی صورتحال انتہائی تشویشناک تھی-

اگر اسلامی دنیا کے اندرونی معاملات پر نظر دوڑائیں تو دل خون کے آنسو روتا تھا- فرقہ واریت، قومیت پرستی، بنیادی مذہبی و سیاسی نظریات کا بگاڑ ہر طرف عام تھا- ہر اسلامی ملک میں علاقائیت، لسانیت اور قومیت پرستی کی آگ کو بھڑکایا جارہا تھا اور مغربی ریشہ دوانیوں سے عرب و عجم ایک دوسرے کے شدید مخالف ہو چکے تھے - دین اور سیاست کے وصال و فراق اور ملی شناخت کی بحث میں ملتِ بیضا بُری طرح الجھ چکی تھی- نام نہاد جدت پسند و جدیدیت پرست ملک کی نظریاتی ثقافتی اور مذہبی روایات کو روندنے میں مصروف تھے-

دوسری جنگِ عظیم کی ابتداء تک بیشتر اسلامی ممالک نو آبادیاتی نظام کی چکی میں پس رہے تھے البتہ اس عالمی جنگ کی وجہ سے نو آبادیاتی طاقتیں کمزور ہو گئیں اور بہت سے ممالک آزاد ہوئے جن میں زیادہ تر اسلامی ممالک تھے قابض نو آبادیاتی طاقتوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کے باوجود ان ممالک میں حقیقی آزادی حاصل نہ کی جا سکی- کہیں مسلمان ذہنی غلامی میں مبتلا تھے تو کہیں خانہ جنگی میں، کہیں اندرونی مسائل (مثلاً غربت، بیماری اور محرومی) کی وجہ سے حالات نازک تھے تو کہیں عالمی سازشیں مسلم ممالک میں تصادم کروانے میں مصروف- دوسری جنگِ عظیم کے اختتام پر شروع ہونے والی ”سرد جنگ“ اور ”دو سمتی عالمی نظام“ کے قیام کے باعث بھی مسلم دنیا کو بہت سے مسائل سے دوچار ہونا پڑا- ظلمِ عظیم یہ کہ مسلمانوں کی کشمیر و فلسطین میں جدوجہد آزادی اور چیچنیا و دیگر علاقوں میں بنیادی انسانی حقوق کے حصول کی جدوجہد کو دہشت گردی اور شدت پسندی سے تعبیر کیا گیا- 1980ء کی دہائی میں روس نے افغانستان پر حملہ کیا جس کے خلاف پوری اسلامی دنیا میں ناصرف مذمت کی گئی بلکہ ایک بھرپور مدافعتی قوت ابھری- ہزاروں مجاہدین نے روس کے خلاف اس جہاد میں حصہ لیا- گو کہ روس کے خلاف ابھرنے والی اس مزاحمتی فورس کو امریکہ اور اس کے حامیوں نے مکمل مدد فراہم کی لیکن سویت یونین کے حصے بخرے ہوتے ہی ان مجاہدین کو دہشت گرد، شدت پسند اور مذہبی جنونی کہا جانے لگا-

فلسطین میں صیہونی درندوں کے ہاتھوں معصوم، نہتے فلسطینیوں کی نسل کشی جاری تھی- برطانیہ اور امریکہ کی حمایت یافتہ صہیونی ناجائز قابض حکومت فلسطین اور بیت المقدس پر اپنا قبضہ مستقل بنانے کیلیے درندگی کی ہر حد پار کر چکی تھی- 1967ء میں ہونے والی چھ روزہ عرب اسرائیل جنگ میں فلسطین کی مغربی پٹی سمیت بیشتر حصے پر اسرائیل نے قبضہ کر لیا اور فلسطینیوں سے ناصرف حقِ خود ارادیت اور حقِ آزادی بلکہ حقِ زندگی بھی چھین لیا گیا- گو کہ 27 سال بعد 1994ء میں اوسلو معاہدوں میں غزہ اور مغربی پٹی پر فلسطین کی حکومت کو تسلیم کر لیا گیا لیکن اسرائیلی غیر قانونی آبادکاریاں نہ رکیں- اسرائیل نے غزہ اور مغربی پٹی پر اپنا تسلط قائم کرنے کے لیے سیاسی، سفارتی اور عسکری سمیت ہر حربہ استعمال کیا- غزہ پر آئے دن جدید ترین جنگی طیاروں کی مدد سے بم باری کی جاتی، مسلمانوں کو قتل کیا جاتا، بلاوجہ قید کر لیا جاتا، اپنے علاقوں میں محصور کر دیا جاتا، سکول، مساجد، ہسپتال، پولیس اسٹیشنز، سرکاری املاک اور فیکٹریاں تباہ کر دی جاتیں حتیٰ کہ اقوامِ متحدہ کی املاک کو بھی نشانہ بنایا جاتا- ان سب حالات میں بدقسمتی یہ تھی کہ عالمِ اسلام کے ممالک ان تمام زیادتیوں، سفاکیوں اور ظلم و جبر پر یا تو بے خبر تھے یا خاموش- مظلومین کا کوئی پرسانِ حال نہ تھا؛ مسئلہ فلسطین کی وجوہات سے

مسلم دنیا ناواقف تھی، مسلمان ایسے ظلم و جبر پر کہ جس ظلم نے پاپائے روم کو بھی ہلا کر رکھ دیا تھا، خاموش تماشائی بنے بیٹھے تھے۔

پاکستان کے مشرق میں ظالم، فاشسٹ ہندو بنیے کے ہاتھوں نہتے کشمیریوں کی نسل کشی جاری تھی۔ ہندو انگریز گٹھ جوڑ کے سبب برصغیر پاک و ہند کی غیر منصفانہ تقسیم سے جنم لینے والے مسئلہ کشمیر نے لاکھوں مسلمانوں کی جانوں کو یرغمال بنا رکھا تھا۔ کشمیری مسلمانوں سے بین الاقوامی قوانین کی روشنی میں حاصل ہونے والے بنیادی حقوق چھین لیے گئے تھے۔ بھارت غیر قانونی طور پر عسکری قوت کے بل بوتے پہ کشمیری حریت پسند قوم کو خاموش کروانے کے لیے ہر حربہ استعمال کر رہا تھا گو کہ وہ اس گھناؤنی سازش میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اقوامِ متحدہ میں کم و بیش 27 قراردادیں منظور ہوئیں لیکن کشمیریوں کو کسی قسم کا ریلیف نہ مل سکا۔ بھارت اسرائیل کی طرح بین الاقوامی قوانین کی دھجیاں اڑا رہا تھا۔ ہزاروں معصوم کشمیریوں کو جابر و ظالم یزیدی قوتوں کے سامنے کلمۂ حق بلند کرنے اور الحاقِ پاکستان کے حصول کے لیے آواز بلند کرنے پر ہمیشہ کے لیے خاموش کروا دیا گیا تھا۔ پاکستان اور بھارت 1948ء سے 2000ء تک کم و بیش چار بڑی جنگیں اور بیشتر سرد جنگیں لڑ چکے تھے جس میں مالی و ملی کے ساتھ ساتھ بے حد جانی نقصان بھی ہوا۔ پورے خطے کا امن مسئلہ کشمیر پر منحصر تھا۔ ان حالات میں پاکستانی قوم اندرونی مسائل میں اس قدر مصروف تھی کہ اپنے عقب میں ہونے والے ظلم و ستم پر سوائے چند مدہم آوازوں کے کچھ سنائی نہیں دیتا تھا۔

میانمار میں روہنگیا کے مسلمانوں کو بنیادی انسانی حقوق سے محروم کر دیا گیا تھا۔ برطانوی نو آبادیاتی دورِ حکومت میں روہنگیا کو برما کہا جاتا تھا۔ گو کہ میانمار میں اکثریت بدھ مت کے ماننے والوں کی تھی لیکن مسلمان وہاں صدیوں سے آباد تھے۔ 1945ء میں برما کو آزادی تو ملی لیکن وہاں رہنے والے مسلمانوں کیلیے جگہ تنگ کی جانے لگی۔ 1962ء میں مارشل لاء کے ذریعے برمی نسل کی بالادستی کی حامی حکومت نے ملک کی باگ ڈور سنبھال لی اور قانونی و آئینی طور پر غیر قانونی و غیر آئینی اقدامات کیے۔ برما کے مسلمانوں کو انتہائی سفاکی سے غیر ملکی اور دہشت گرد قرار دے دیا گیا۔ ان سے برما / میانمار کی قومیت و شہریت کا حق چھین لیا گیا اور قانون کی چند غیر قانونی شقوں کی بدولت روہنگیا کے لاکھوں مسلمان ناصرف بے گھر بلکہ دنیا کے واحد بے ملک قوم بن گئے جنہیں کوئی ملک تسلیم کرنے پر رضا مند نہ تھا۔ میانمار کی شدت پسند فوج اور حکومت روہنگیا مسلمانوں کا قتلِ عام کرنے پر مصروف تھی جس پر اقوامِ متحدہ بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گئی کہ روہنگیا برادری دنیا کی مظلوم ترین اقلیتی برادریوں میں سے ہے۔

ان تمام حالات میں اگر ہم اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین کے قیام کے مقاصد کا بغور جائزہ لیں تو ہر باشعور و اہلِ بصیرت شخص کو معلوم ہو جائے گا کہ حضرت سلطان محمد اصغر علی صاحبؒ حقیقی معنوں میں مسلمانوں میں ایک ایسی بنیاد کا احیاء کرنا چاہتے تھے جسے اقبال نے ”خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی“ کہہ کر واضح کیا ہے۔ گو کہ یہ تحریک پاکستان کے دُور افتادہ ضلع، جھنگ کے ایک نواحی قصبے سے شروع ہوئی لیکن اس کے مقاصد بہت ارفع و اعلیٰ ہیں اور یہ اپنی طرز کی منفرد تحریک ہے جس نے نہ صرف پاکستان کا حسین و جمیل سبز ہلالی پرچم بلکہ عالمِ اسلام کے عظیم مقاصد کو بلند کرنے کا عزم کیا۔ آپؒ نے حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ (ﷺ) کی سنت مبارکہ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے عصرِ حاضر کی مردہ رگوں میں اسلام کی زندہ و جاوید

روح پھونکنے کیلیے ”نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری“ کے نعرے کے تحت ملتِ اسلامیہ کے نشاۃِ ثانیہ کے دور کے آغاز کی بنیاد رکھی- قلب و روح کو نفس و شیطان کے چنگل سے آزادی دلوانے، فکر و تدبر کو مغربی ذہنی غلامی سے نجات دلوانے، ثقافت و روایات کو نام نہاد جدیدیت کی قید سے آزادی دلوانے، تعلیم کو ملحدانہ سوچ سے اور سیاست کو مفاد پرستانہ سوچ سے آزادی دلوانے، معیشت کو سُود اور ربا سے نجات دلوانے، قبلہ اول کو غیر قانونی صہیونی تسلط سے آزاد کروانے، کشمیر کو ہندوؤں کے تسلط سے آزاد کروانے اور جہاں جہاں مسلمانوں پر ظلم و ستم ہو رہا ہے انہیں ظلم و ستم سے نجات دلوانے کے لیے ”اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین“ کی بنیاد رکھی گئی- آپؒ نے اس تحریک کی بنیاد قرآن و سنت کی پاکیزہ تعلیمات پر رکھی اور آپؒ کا نظریہ عالمگیر اور ہمہ جہت ہے-

آپ کا نظریہ ایک خانقاہ سے شروع ہو کر اُسی خانقاہ پہ آکر ختم نہیں ہو جاتا، بلکہ وہ خانقاہ سے شروع ہوتا ہے اور پوری کائنات کا احاطہ کرتا ہے اور کائنات سے مراد یہ زمین ہی نہیں ہے، کائنات سے مراد یہ سامنے نظر آنے والا آسمان ہی نہیں ہے، کائنات سے مراد صرف یہ نظام شمسی بھی نہیں جو ہمارے سامنے ہے بلکہ وہ تمام نظام ہائے شمسی جو کائنات کے اندر موجود ہیں-[1]

آپ نے قلب و نظر کے انقلاب کے ذریعے نہ صرف پاکستان بلکہ عالم اسلام کو درپیش فکری و نظریاتی مسائل کا سدِ باب کیا اور فکری و ملی استحکام عطا فرمایا- یہ درحقیقت اسی سُنت کی متابعت اور اس پہ عمل پیرائی ہے جس نے صدیوں پہلے بدوؤں، گڈریوں، ریوڑ چرانے والوں، بیٹیوں کو زندہ در گور کرنے والوں کو قضا و عدالت کا امام، ایک نئی زندہ و جاوید تہذیب کو مُوجد و معمار، بہترین سفارت کار، بے مثال سپہ سالار اور بے نظیر سیاست دان بنا دیا تھا- اِس عظیم انقلاب کا بنیادی سبب ان لوگوں کی روحانی تربیت تھی جس نے سب سے پہلے ان کے وجود میں انقلاب بپا کیا، ان کے نفوسِ عالیہ اور وجود سے یہ انقلاب دنیا بھر میں پھیلا- تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی اور جہاں بھی عالمِ اسلام نے پستی اور شکست و ریخت کا سامنا کیا اس کے بنیادی اسباب میں سے ایک سبب روحانی قوت و تربیت کی عدمِ دستیابی تھی- اِس لئے روحانی تربیت ہی مومن کی اصل طاقت ہے- بانیٔ اصلاحی جماعتؒ نے اسی اصول کے پیشِ نظر روحانی تربیت کو اپنی تحریک کی بنیاد بنایا-

بانیٔ اصلاحی جماعت حضرت سلطان محمد اصغر علی صاحبؒ کے قائم کردہ ادارے اپنی اپنی حدود میں رہ کر ملک و ملت کیلیے گراں قدر خدمات سر انجام دے رہے ہیں- اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین لوگوں کی ظاہری و باطنی اصلاح کے ساتھ ساتھ ان میں ملی تشخص، مدینہ ثانی ریاستِ پاکستان کی محبت اور وفاء و دینِ متین و وفاء محمدِ عربی (ﷺ) اجاگر کر رہی ہے- العارفین پبلی کیشنز ہمارے آباؤ اجداد کے علم کے موتیوں کو تلاش کرنے اور ہم تک پہنچانے کے لیے تگ و دو میں مصروف ہے- اس ادارے کے زیرِ اہتمام مختلف علمی، فکری و مذہبی موضوعات پہ کُتب و رسائل کی اشاعت کی جاتی ہے- فی الوقت حضرت سلطان باھُوؒ اور

حضرت محی الدین شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی کم و بیش 20 کُتب کے متن و تراجم پر تحقیقی کام ہو چکا ہے اور کتب عامتہ الناس کی رہنمائی کیلیے مارکیٹ میں موجود ہیں- اس کے ساتھ ساتھ رسالہ ”ماہنامہ مرآۃ العارفین انٹرنیشنل“ کی عامتہ الناس کی ملی، فکری، مذہبی اور روحانی تربیت اور بین الاقوامی امور پر معلومات پہنچانے کیلیے پچھلے دو عشروں سے مستقل اشاعت چل رہی ہے جس کی وجہ سے نوجوانوں میں نہ صرف ملکی و بین الاقوامی امور پر سمجھ بوجھ میں اضافہ ہوا ہے بلکہ ان کی فکری و روحانی کنفیوژنز کا بھی مداوا ہوا ہے- دربار حضرت سلطان باھو اور پاکستان کے

1 https://www.mirrat.com/article/42/554

دیگر اضلاع پہ قائم کردہ مدارس دار العلوم غوثیہ عزیزیہ انوارِ حق باھُوؒ معاشرے میں دینی رہنمائی کیلیے ایسے علماء و مفتیانِ کرام پیدا کر رہا ہے جو نہ صرف مذہبی و روحانی تعلیمات و مشاہدات سے لیس ہوتے ہیں بلکہ عصرِ جدید کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے دیگر معاشرتی علوم مثلاً پولیٹیکل سائنس، انٹر نیشنل ریلیشنز، انٹر نیشنل لاء، فلسفہ، منطق اور تاریخ پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں- ان مدارس میں مندرجہ بالا مضامین و علوم سکھانے کیلیے باقاعدہ ورکشاپس کا انعقاد کیا جاتا ہے تا کہ ایک عالمِ دین معلم دینی و دنیوی، ملی و روحانی، ظاہری و باطنی اور ملکی و بین الاقوامی معاملات کی سمجھ بوجھ رکھتا ہو- مزید یہ کہ انتہاء پسندانہ نظریات اور ملک و ملت کے خلاف فتنہ و پروپیگنڈا کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن سکے اور عامتہ الناس کو ممبرِ رسول (ﷺ) سے امن، محبت، برداشت، اخوت، بھائی چارہ، رواداری، باہمی ہم آہنگی اور جدید علوم وفنون سے محبت کا درس دیا جائے- حضور بانیٔ اصلاحی جماعت کی سرپرستی میں قائم ہونے والے ان دینی مدارس کی انفرادیت یہ ہے کہ اس وقت پاکستان میں ان مدارس کے علاوہ کہیں بھی تصوف و اصولِ تصوف کو بطور نصاب کے نہیں پڑھایا جاتا- آپؒ نے پاک وہند کے اسلامی کلچر کے ایک اہم جزو کی ترویج و حفاظت کیلئے محمدیہ حیدریہ سلطانیہ اعوان کلب آف پاکستان کے نام سے ایک کلب بھی بنایا جس کے کھلاڑی قومی و بین الاقوامی مقابلوں میں اپنی قابلیت کا سکہ منوا رہے ہیں- اسی طرح محمدیہ حیدریہ سلطانیہ اعوان کلب پاکستان میں نام نہاد جدیدت کی آڑ میں آنے والی مغربی ثقافتی یلغار کے اثر کو زائل کرتے ہوئے ملکِ خداداد کا مثبت اور سافٹ امیج دنیا کو سامنے واضح کرنے میں اپنا کردار ادا کر رہا ہے- اس کلب نے نہ صرف پاکستان کی ثقافت اور ثقافتی کھیلوں کا تحفظ کیا ہے بلکہ دیگر ممالک میں اس مثبت اور تعمیری ثقافت کو متعارف کروایا ہے- حال ہی میں اس کلب نے نیزہ بازی کے میدان میں چھ عالمی ریکارڈ بنا کر قوم کا سر فخر سے بلند کر دیا ہے-

26دسمبر 2003ء میں حضرت سلطان الفقر ششم سلطان محمد اصغر علیؒ صاحب کے وصال کے بعد آپ کے فرزندِ ارجمند اور جانشین، حضرت سلطان محمد علی صاحب مد ظلہ الاقدس اس تحریک کی عالمی تقاضوں کے مطابق نہایت کامیابی سے سرپرستی فرما رہے ہیں- آپ مد ظلہ الاقدس نے مسلمانوں میں اتحاد، تنظیم، استحکام اور قائدانہ صلاحیات پیدا کرنے کیلیے 2012ء میں مسلم انسٹیٹیوٹ کی بنیاد رکھی جو مندرجہ بالا مقاصد کے حصول کیلیے دن رات کوشاں ہے- اس ادارے کے زیرِ اہتمام بالخصوص مسلم دنیا اور بالعموم پوری دنیا کو درپیش مسائل اور ان کے ممکنہ حل کیلیے سیمینارز، کانفرنسز، گول میز ڈسکشنز، لیکچرز، آن لائن ڈیبیٹس اور تحقیقی پراجیکٹس کیے جاتے ہیں- یہ پاکستان کا پہلا ادارہ ہے جس نے کشمیر، فلسطین، جوناگڑھ اور روہنگیا سمیت دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کے حق میں صدا بلند کی اور عالمی تقاضوں کے مطابق مسلم اُمہ کی نمائندگی کر رہا ہے- اس انسٹیٹیوٹ کے پلیٹ فارم سے نہ صرف پاکستان بلکہ عالمِ اسلام کے پالیسی سازوں کو سفارشات بھیجی جاتی ہیں-

المختصر! حضرت سلطان الفقر سلطان محمد اصغر علیؒ نے اپنی نگاہِ بصیرت اور مومنانہ فراست کے ذریعے بدلتے عالمی نظام کا بروقت ادراک کرتے ہوئے ایک ایسی تحریک کی بنیاد رکھی جو انفرادی و اجتماعی، ملی و مذہبی، فکری و روحانی، معاشی و سیاسی اور ملکی و بین الاقوامی سطح پر قلب و نظر کی تربیت و تلقین کے ذریعے ایک ناقابلِ تسخیر قوم کی تشکیل میں مصروف ہے- اس لئے ہمیں بھی ایمان، اتحاد، تنظیم و دیانت، صداقت و شجاعت کے سنہری اصولوں پر ثابت قدم رہنا ہو گا- اللہ پاک ہمارا حامی و ناصر ہو-

☆☆☆

سلطان الفقر

علم و عمل کی تفسیر

محمد ذیشان دانش

علم، سے عمل کا قفل وا ہوتا ہے- علم نور ہے، روشنی ہے، ثبات ہے، مداوائے ظلمت ہے، شعور ہے، آگہی ہے، علم نبی پاک (ﷺ) کی دعا ہے، علم فضل ہے، علم فضیلت ہے، (بھلا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں) علم ترقی کا زینہ ہے، علم ترقی کو قائم رکھنے کا جوہر ہے، علم وہ خزانہ ہے جو چوری نہیں ہو سکتا، علم نعمتِ عظیم ہے- علم بحیثیت اسم اتنا وسیع اور مکمل ہے کہ اسے تعریف کی حاجت نہیں، جبکہ علم بحیثیت ”فعل“ بجز عمل کے کچھ بھی نہیں- علم جتنا زیادہ ہو گا عمل اتنا پختہ اور کثیر- نبیِ محترم و محتشم (ﷺ) نے اپنی ذاتِ مقدسہ کو مدینۃ العلم قرار دیا اور اپنے عمل سے اپنے اس اعلان سے پہلے ہی ثابت کر دکھایا کہ عمل ہی حسن ہے، آپ (ﷺ) کے عمل کی گواہی ہر دیکھنے اور جاننے والے نے دی، خواہ وہ حجر اسود کو نصب کرنے کا معاملہ ہو یا یہ اعلان کہ ”اگر میں کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے دشمن کی فوج کھڑی ہے تو مان جاؤ گے؟ کسی نے یہ نہیں کہا کہ ہم پہاڑی کے پیچھے جھانک کے دیکھ لیتے ہیں پتہ چل جائے گا بلکہ سب نے کہا کہ جی ہاں ہم مان جائیں گے کیونکہ آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، آپ صادق ہیں، امین ہیں“- یہ عمل کی طاقت تھی جس سے حاضرین و سامعین کا فرار ممکن نہ تھا- اس کے بعد حضور (ﷺ) کے پیغام کو رد کرنے میں ان کی جہالت کا عمل دخل، ضد اور معاشی فوائد کے ساتھ معاشرتی جاہ و نسب کی لالچ تھی لیکن کبھی آپ (ﷺ) کے کسی عمل کی بنیاد پر کردار کشی نہیں کی گئی- علم الٰہی و حکم الٰہی بذریعہ وحی آپ (ﷺ) تک پہنچا، 23 سال عملِ مسلسل میں گزر گئے، ایک دن پھر پوچھ لیا، کیا مَیں نے وہ پیغامِ عظیم جو تم تک پہنچانے کا فرض مجھے سونپا گیا تھا پہنچا دیا؟ ذرا غور کریں کہ کیا یہ عمل پر گواہی نہیں لی جا رہی؟ بابِ نبوت اپنی آب و تاب و روشنی کو قائم دائم رکھے ہوئے ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا لیکن ایسے کہ بقول شاعر:

روشنی غارِ حرا کی
مل گئی، پردۂ شب کو
بارشِ نجم و قمر ہے
آج سے حکمِ سحر ہے
رات کو، رات نہ کہنا

یعنی نبوت کی روشنی، چمک آج بھی ایسے ہی موجود ہے جو تا قیامت، بلکہ بعد از قیامت بھی ماند نہ پڑے گی (ساقیِ کوثر (ﷺ) سے حوضِ کوثر کے کنارے ملنے کا وعدہ موجود ہے) آپ (ﷺ) کا علم و عمل بے مثل و بے مثال، بے نظیر و یکتا ہے، جو نہ آپ (ﷺ) سے پہلے اور نہ آپ (ﷺ) کی ظاہری حیات مبارکہ کے بعد ملے گا، نہ مل سکتا ہے- بابِ نبوت بند ہوا اور ساتھ ہی بابِ فقر و ولایت وا ہوا تا کہ انسانیت کی بھلائی اور فلاح کے لئے رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری و ساری رہے اور آپ کے علم و حکمت اور حسنِ عمل کی عملی تفسیر کی جھلک کا عکس نظر آتا رہے- ”یومنون بالغیب“ کی طرح ”کیف تحیی الموت“ (حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کا اللہ پاک کی بارگاہ میں سوال کرنا اور ربِ ارنی کے تقاضائے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فطری تقاضا پورا ہو اور اور سالکانِ راہ اور طالبان مولیٰ اپنی تشنگی کو بجھا سکیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف رہنمائی پا سکیں- اس روزن فقر و ولایت سے برآمد ہونے والے فیض و انوار سے

ہزار ہا اولیائے کاملین تابندہ و درخشاں ہیں جو علم میں اپنی مثال آپ اور عمل میں یکتا ہیں، انہی میں ایک مینارہ نور، فقر کے آسمان کا آفتاب سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی (قدس اللہ سرہٗ) ہیں- سنتِ نبوی شریعت محمدی (ﷺ) کو رہنما و مرکزِ ہدایت مان کر آپؒ نے اپنی زندگی مبارک علم و عمل کے حسین امتزاج سے گزاری کہ دیکھنے والے دیکھتے رہ گئے- آپؒ خوش لباسی، خوش اخلاقی کا مرقع تھے جو آج بھی آپؒ کے شہزادگان اپنے روحانی ورثہ اور مادی میراث کے طور پر لے کے چل رہے ہیں- وہ چھوٹی چھوٹی باتیں جن کو شاید آج کے دور میں اہم ہی نہیں سمجھا جاتا آپؒ ان پر بھی خاص دھیان دیتے اور قضاء نہ ہونے دیتے اور یہ آپؒ کا معمول تھا-

اشارہ کنایہ میں یہ بات کرتا چلوں کہ اگر کسی صاحب سے پوچھا جائے کہ جناب آپ کی تعلیم کتنی ہے؟ اور وہ صاحب جواب میں بتائیں کہ میں نے فلاں مضمون میں پی ایچ ڈی کر رکھی ہے، میں ڈاکٹر ہوں- تو اس کا مطلب انتہائی سادہ اور عام فہم ہے کہ انہوں نے بنیادی تعلیم کے بعد ماسٹرز وغیرہ کیا اور اس کے بعد پی ایچ ڈی کی-یعنی آپؒ کی ان چھوٹی چھوٹی باتوں کا ذکر کرنے کا مقصد ہی یہ بتانا ہے کہ بنیادی اعمال جیسے نماز روزہ، زکوۃ، حج اور دیگر ضروری اعمال جیسے نوافل و صدقات و خیرات وغیرہ کا اہتمام آپؒ کی زندگی کا لازمی جز تھا کیونکہ فرمانِ حضرت سلطان باھوؒ ہے کہ:

ہر مراتب از شریعت یافتم
پیشواءِ خود، شریعت ساختم

ایک تو شرعِ محمدی کی پیروی اور دوسرا، سلسلہ طریقت دونوں میں شرع کی پیروی لازمی تھی - قرآن و حدیث سے خصوصی شغف تھا اور آپؒ درسِ قرآن دینے کے ساتھ ساتھ مایہ ناز قراء حضرات سے قرآن مجید کی تلاوت باقاعدگی سے سنتے اور احادیث مبارکہ کے ساتھ ساتھ تعلیماتِ اولیائے کاملین کے عالم اور عامل تھے- ایسے عالم و کامل کہ سالکانِ راہِ سلوک اور طالبانِ مولیٰ کیلئے تعلیماتِ اولیائے کاملین کو قرآن و حدیث کی روشنی میں مرتب فرما دیا تاکہ جو ان سالکانِ راہ کو دیکھے تو انہیں اللہ کی راہ نصیب آجائے- گو کہ آپؒ نے باضابطہ تقریر کی نہ ہی کوئی کتاب تحریر کی لیکن ایک عالمگیر تحریک کی بنیاد رکھی اور اسے عالمی سطح پر اپنی حیاتِ مبارکہ میں پھیلا بھی دیا- لیکن اس وقت میں لکھنے والے، نصاب کو مرتب کرنے والے اور مترجمین جانتے ہیں اور کئی گواہ ابھی بھی موجود ہیں جن کو یہ ادراک ہے کہ ان کی تحریر و تالیف میں اصل کردار کس کی نگاہِ فیض کا ہے اور کس طرح باریک سے باریک نقطے پر آپؒ نے رہنمائی عطا فرمائی اور یہ بھی آپؒ کا ہی اعجاز اور منفرد مقام ہے جس کو کوئی اور نہ پا سکے گا- آپؒ نے طالبانِ مولیٰ کی رہنمائی کے لئے جو کچھ فرمایا وہ سب عملی طور پر کر کے دکھایا آپؒ کا انداز مبارک عالمانہ نہیں بلکہ فقیرانہ تھا- میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ آپؒ بہت چھوٹی چھوٹی باتوں کا بھی خاص دھیان رکھتے تھے اور یہ آپؒ کے وسیع علم اور عمدہ عمل کی نشانی ہے- آپؒ کی یاد میں ہر سال ”سلطان الفقرؒ سیمینار“ کا انعقاد کیا جاتا ہے جس میں آپؒ کے دیرینہ ساتھی آپؒ سے وابستہ باتیں اور یادیں ان لوگوں سے شئیر کرتے ہیں جو اس وقت یا اس مقام پر موجود نہیں تھے- اسی طرح ایک سیمینار جو کہ 14 اگست 2015ء کو منعقد ہوا اس میں اوچھالی کی ایک معروف شخصیت ملک اکبر حیات اعوان صاحب نے ایک بات اس طرح سنائی:

”میرے والد اور مَیں بہت مرتبہ شکار میں آپؒ کے ساتھ رہے، حضور شکار کیلئے جھنگ میں گئے ہوئے تھے اور ہم سردیوں میں سرگودھا میں مقیم رہتے ہیں تو ہمیں حضور کی جانب سے حکم آیا کہ بیٹا شکار پہ آنا ہے اور آپ آج ہی پہنچو، مَیں چند شکاریوں کو ساتھ لے کر پہنچ گیا، رات کو بستی اسلام آباد جھنگ میں حاضر ہوئے، دوسرے دن شکار کی جگہ پہ ساٹھ ستر کلومیٹر فاصلہ طے کر کے جانا تھا، ہم گاڑیوں میں شکار کی جگہ حضور سے کچھ دیر پہلے پہنچ گئے، اچانک ایک ہائی لکس ٹائپ گاڑی آئی اور اس گاڑی پر ایک گدھا لدا ہوا تھا کیونکہ شکار والی جگہ خالی ہوتی ہے، وہاں ڈیرہ وغیرہ تو ہوتا نہیں ہے، ہم نے اندازا لگایا کہ گاڑی والا بھول گیا ہے، یہ گاڑی والا اس جگہ گدھا کیوں اُتار رہا ہے؟ ہم تجسس کا شکار ہو گئے کہ یہ گدھے والا ادھر کدھر آ گیا، جب گدھا اُتارا گیا تو اُس پر کپڑا وغیرہ ایسے باندھا ہوا تھا

جیسے اُس کو سواری کیلئے تیار کیا گیا ہو- تھوڑی دیر کے بعد حضرت صاحب بھی تشریف لے آئے اور آپ کے پیچھے وین سے ایک نہایت ہی بوڑھا شخص آیا اور وہ اُس گدھے پر سوار ہو گیا، مَیں اُس شخص کو پہچانتا تھا، وہ ہمارے سرگودھا کی مسلم شیخ برادری کا آدمی ہے اور آپ جانتے ہیں کہ بڑی بد قسمتی کی بات ہے کہ مسلم شیخ برادری کو معاشرے میں برابری کا سٹیٹس نہیں دیا جاتا اور اس طرح ان کا خیال نہیں رکھا جاتا لیکن وہاں تو اُس بوڑھے کیلئے وہ گدھا آیا تھا- (یعنی شہر سے دور، شکار کے مقام پر پورے اہتمام کے ساتھ وہاں پہنچانا اس پر یقیناً اخراجات بھی آئے ہوں گے اور اس کے لئے جو کاوش کی گئی ہو گی وہ الگ) اس پورے اہتمام کی وجہ یہ تھی کہ وہ بوڑھا شخص حضرت سلطان محمد اصغر علی قدس اللہ سرّہٗ کے والد گرامی شہبازِ عارفاں سلطان محمد عبد العزیز قدس اللہ سرّہٗ کا شکاری تھا وہ چونکہ اب نہایت بوڑھا ہو چکا تھا اس لیے حضرت صاحب فرماتے تھے کہ اس شخص کے دل میں یہ بات نہ آجائے کہ چونکہ اب مَیں بوڑھا ہو گیا ہوں اس لیے حضرت صاحب مجھے ساتھ نہیں لے جاتے اور آپ یقین کریں شکار کے دوران اس بوڑھے شخص کی نہایت عزت واحترام تو کیا ہی جاتا اُس کی رائے کو بھی معتبر گنا جاتا- مَیں حیران تھا کہ وہ بظاہر ایک بیکار بوڑھا تھا مگر آپ کس قدر اُس سے لجپالی فرماتے تھے جو کہ صرف یہی تھی کہ وہ آپؒ کے والد و مرشد کا شکاری رہا تھا"-

ملک صاحب نے اس بات کو آپؒ کا شخصی وصف قرار دیا جو کہ یقیناً ہے بھی- لیکن مَیں آپؒ کے اس عمل کو حضور نبی پاک (ﷺ) کی ان سنت مبارکہ کی ادائیگی کی صورت میں دیکھ رہا ہوں کہ جب حضور اکرم (ﷺ) بکری ذبح فرماتے تو گوشت کا بہترین حصہ حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کی سہیلیوں کو بھجواتے کہ ان سے حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کا ساتھ رہا، تو آپؒ اپنے مرشد و والدِ گرامی کے دیرینہ ساتھی سے محبت و الفت کا عمل کر کے اس سنت مبارکہ کی پیروی فرماتے جس طرح حضور (ﷺ) بکری کا گوشت بھیج کر اپنی الفت کا اظہار فرماتے-

شکار کے دوران اس بوڑھے شخص کی نہایت عزت واحترام تو کیا ہی جاتا، تو اسلام میں جہاں بزرگوں کے احترام کا حکم ہے اس پر عمل کر کے دکھایا جاتا یہ عمل ساتھ موجود ساتھیوں کے لئے مشعل راہ بھی ہے اور رہنمائی بھی جس سے آج بھی ہم سبق سیکھ رہے ہیں- اسی طرح جب ملک صاحب بیان فرمارہے تھے کہ اس بوڑھے شخص کی رائے کو معتبر بھی گنا جاتا تو محسوس ہوا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ بھی جب بالوں و داڑھی میں چاندی اتر آئے تو اس کا حیاء فرماتے ہیں، تو اس حیاء فرمانے کے عمل کو "تخلقو باخلاق اللہ" کے تحت باور کروانا اور بتلانا مقصود ہوتا ہو گا- اسی طرح اسی مذکورہ پروگرام میں ایک واقعہ مزید بیان فرماتے ہوئے کہنے لگے کہ:

"مَیں آپ کے اُن شخصی پہلوؤں پہ بات کر رہا ہوں جو ہر عام آدمی کی سمجھ کے لئے قابلِ قبول ہے، البتہ مَیں آپ کی دینی خدمات پہ بات کرنے سے خود کو قاصر سمجھتا ہوں، آپ کی دینی خدمات پہ میرے ساتھ بیٹھے ہوئے عالمِ دین بات کریں تو بہتر ہو گا- مَیں نے پہلے بھی عرض کی تھی کہ ان شخصی خواص کے بھی درجے ہوتے ہیں اور حضور مرشد کریم کی بات کروں تو آپ کی ہر خاصیت انتہا درجے پہ تھی، اگر سخاوت پہ بات کروں تو آپ جیسا سخی نہیں دیکھا، آپ کی شرافت اور حیاء کی بات کروں تو شرافت اور حیاء میں آپ سے بڑھ کر کوئی اور نہیں دیکھا- آپؒ کی اُصول پسندی پہ مَیں آپ کو ایک چھوٹی سی مثال دیتا ہوں کہ اوچھالی میں جب آپؒ نے رقبہ خریدا تو ایک عام سا آدمی آیا اور عرض کرنے لگا کہ حضور آپ کے رقبے میں مجھے لگتا ہے کہ میری زمین کا کچھ حصہ بھی شامل ہو گیا ہے، مَیں زمین کی حد براری کروانا چاہتا ہوں چونکہ میرے بزرگ ذیل دار بھی تھے اس لئے مجھے فرمایا کہ بیٹے! آپ بھی ان کے ساتھ حد براری کروائیں اور خاص طور پہ مجھے فرمایا بیٹا! اگر تھوڑی سی ہماری جگہ اس کے رقبے میں شامل ہو جائے تو کوئی بات نہیں لیکن بیٹا اس غریب کی ایک ٹسو برابر جگہ بھی ہمارے رقبے میں ہرگز شامل نہ ہونے پائے یہ خاص خیال رکھنا-

آپ کے انصاف اوراصول پسندی ملاحظہ ہو وگرنہ ہم یہ بھی کہہ سکتے تھے بھائی کہ آپ ادھر کیسے آ گئے ہو؟ لیکن حضرت صاحب نے ہمیں خاص ہدایت فرمائی کہ جہاں یہ آدمی راضی وہاں پہ حدبراری کروادیں"-

کسی کا حق نہ مارنے کا عمل، ناپ تول میں کمی بیشی نہ کرنے کا عمل، غریبوں سے، لاچاروں سے بے کسوں سے محبت اور دلجوئی کرنے کا (مولفتہ القلوب) عمل، کسی کی حق تلفی نہ کرنے کا عمل، یہ تمام وہ اعمال ہیں جو قران اور حدیث کی روشنی میں آپؒ سرانجام دے رہے ہیں اس ایک بات میں ولی کامل کا کوئی بھی کام سنت وشریعت سے باہر نہیں ہوتا بس اس کو سمجھنے کی ضرورت ہے اگر دیکھیں تو آپؒ تبلیغ اپنے عمل سے بھی کر کے دکھا رہے ہیں- ایسے بے شمار واقعات بھرے پڑے ہیں جن سے آپؒ کی علمی وسعت اور عملی پختگی کا پتہ چلتا ہے ان کو کسی ایک کتاب میں بھی سمونا ممکن نہیں چہ جائیکہ ایک مضمون میں، آخری بات آپؒ کی خوش لباسی کے حوالے سے کر کے اجازت چاہوں گا کہ:

آپؒ سادہ لباسی میں خوش لباس تھے، کیسے بیان کروں کہ الفاظ نہیں، عموماً اور زیادہ سفید لباس اور تہبند کو ترجیح دیتے، جو ہمیشہ صاف ستھرا، طیب و طاہر ہوتا، ساتھ میں دستار مبارک بمعہ شملہ، بعض اوقات پختون مُشدّی، کیونکہ ننگے سر نہ رہتے تو اس لئے دستار جب نہ باندھتے تو سندھی ٹوپی اور سردیوں میں گرم اونی ٹوپی سے سر ڈھانپ کے رکھتے، کیونکہ سر ڈھانپ کے رکھنا بھی سنت مبارکہ ہے-

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

"یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ وَّ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ"[1]

"اے اولادِ آدم! تم ہر نماز کے وقت اپنا لباسِ زینت (پہن) لیا کرو اور کھاؤ اور پیو اور حد سے زیادہ خرچ نہ کرو کہ بے شک وہ بے جا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا"-

قرآن پاک کے اسی حکم کے تحت خوش پوشاک تھے عمدہ لیکن سادہ لباس زیبِ تن فرماتے بلکہ یہ ہی نہیں قرآن وحدیث کے احکام کے تحت ہر ساعت اور ہر لمحہ یادِ الٰہی میں مشغول رہتے "جو دم غافل سو دم کافر سانوں مرشد ایہہ فرمایا ھو" کے تحت سانسوں والا قلبی ذکر فرماتے جو کہ حدیث مبارکہ "اَلْاَنْفَاسُ مَعْدُوْدَۃٌ وَّ کُلُّ نَفْسٍ یَّخْرُجُ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللہِ تَعَالٰی فَھُوَ مَیِّتٌ" کی تشریح ہے، کو ذہن میں رکھ کر اس عمل کی سرانجام دہی میں مشغول رہتے-

آپؒ کی شخصیت علم و عمل کا خزانہ ہے- ایسے کئی ہزار واقعات موجود ہیں سخاوت کے، قول سدید کے، صلہ رحمی اور شفقت کے، تصادم سے گریز اور برداشت کے، جن کا اگر بغور جائزہ لیا جائے تو بین السطور قرآن وحدیث کے احکامات موجود ہوں گے آپ کے یہ اعمالِ سعید آپ کے علم و عمل کا منہ بولتا ثبوت ہیں- آپؒ ایک ایسی شخصیت ہیں جو اہل اسلام و اہل پاکستان کے لئے انعامِ خداوندی ہیں، آپؒ اُمت کے لئے ایک مفکر ہیں اور بھی ایسے جو اپنی فکر کو عملی جامہ پہناتا ہے-اصلاحی جماعت کا پلیٹ فارم اصحابِ صفہ کی سنت کا عمل، آقا پاک (ﷺ) نے بادشاہوں کو خطوط لکھے اس سفارت کاری کی سنت کو سرانجام دینے اور پیغام کو عالمی سطح پر پہنچانے کے لئے عالمی تنظیم العارفین کا قیام، دارالعلوم غوثیہ عزیزیہ انوارِ حق باھوؒ کے نام سے مدارس کا قیام، مرآۃ العارفین انٹرنیشنل کے عنوان سے ماہنامہ مجلہ، تبلیغِ دین کی سنت کا عمل، وقت کی ضرورت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے کتبِ اولیائے کاملین کا ترجمہ، قرآن پاک کی تدوین کی سنت کی پیروی، جدید تقاضوں سے ہم آہنگ العارفین ڈیجیٹل پروڈکشن، امتِ مسلمہ کے مسائل کے حل کے لئے ادارے کا قیام عمل میں لایا گیا جسے آپؒ کے جانشین اور قائدِ ولولہ انگیز حضرت سخی سلطان محمد علی صاحب نے پایہ تکمیل کو پہنچایا- الغرض! ہر عمل کی بنیاد میں قرآن وسنت سے رہنمائی- آپؒ علم و عمل کا حسین امتزاج ہیں-

دعا ہے کہ آپؒ کی چلائی گئی تحریک اور مشن سے تا دمِ آخر خلوصِ دل سے منسلک رہنے کی توفیق نصیب ہو-

☆☆☆

[1](الاعراف:31)

احکامِ شرع کا تیسرا ماخذ

"اجماع" کی شرعی حیثیت

مفتی محمد اسماعیل خان نیازی

اجماع کا لغوی معانی (پختہ ارادہ) اتفاق کرنا ہے جیسے کہا جاتا ہے: "اَجْمَعَ الْقَوْمُ عَلٰی کَذَا"[1]

اصطلاح میں:

"اِتِّفَاقُ مُجْتَہِدِیْنَ صَالِحِیْنَ مِنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فِیْ عَصْرٍ وَّاحِدٍ عَلٰی اَمْرٍ قَوْلِیٍّ اَوْفِعْلِیٍّ"[2]

"امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صالح مجتہدین (اہل اجتہاد) کا کسی ایک وقت میں کسی ایک قول یا فعل پر اتفاق کر لینا"۔

اس تعریف میں بنظرِ عمیق غور کرنے سے ہمیں اجماع کے صحیح ہونے کی قیود و شروط کا بھی بخوبی علم ہو جاتا ہے جیسا کہ "اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)" کی شرط سے دوسری امتوں کا اجماع خارج ہو گیا۔ "مُجْتَہِدِیْنَ صَالِحِیْنَ" کی شرط سے عام لوگ نکل گئے کیونکہ اجماع و اجتہاد ہر شخص کیلیے جائز نہیں بلکہ مجتہد وہ ہے جو صالح ہو اس میں نہ تو خواہشات کا غلبہ ہو اور نہ ہی وہ فاسق ہو اور قرآن وسنت سے احکام کے استنباط کی صلاحیت بھی رکھتا ہو۔ جیسا کہ نظام الدین شاشی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

"مجتہد کے لیے لازم ہے کہ جو واقعہ پیش آئے اس کے بارے میں پہلے کتاب اللہ سے حکم طلب کرے پھر سنتِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے تلاش کرے خواہ وہ عبارۃ النص سے ثابت ہو یا دلالۃ النص، اشارۃ النص یا اقتضاء النص سے ثابت ہو کیونکہ جب تک نص پہ عمل کرنا ممکن ہو تو رائے پہ عمل کرنا درست نہیں"۔[3]

سلطان العارفین حضرت سلطان باھو صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) مجتہد و اجتہاد کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

"روایت کے علم میں چار اِجتہادی مذاہب کے مجتہد اِماموں کے مرتبۂ اِجتہاد پر سوائے اِن چار اِماموں کے اور کوئی نہیں پہنچ سکتا اور یہ کہ وہ چاروں اِجتہادی مذاہب برحق ہیں"۔ "مَیں اِمامِ اعظم حضرت نعمان کوفی (رحمۃ اللہ علیہ) کے مذہب پر قائم ہوں"۔[4]

"فِیْ عَصْرٍ وَّاحِدٍ" کی قید سے حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دورِ مبارک کے بعد کسی بھی زمانے کا اجماع قابل قبول ہو گا، چاہے وہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کا زمانہ مبارک ہو یا ان کے بعد کوئی زمانہ۔ "عَلٰی اَمْرٍ قَوْلِیٍّ اَوْفِعْلِیٍّ" کوئی بھی "امر قولی یا فعلی" کی شرط سے دینی امر کے ساتھ ساتھ عقلی یا دنیوی علوم و فنون کے ماہرین کا اجماع اس میں شامل ہو گا۔ اس لیے مسائلِ فقہ میں فقہاء کا اجماع، مسائلِ نحو میں نحویوں کا اجماع، مسائلِ اصول میں اصولیین کا اجماع اور مسائلِ کلام میں متکلمین کا اجماع معتبر ہو گا۔

اسی طرح ایک تعریف میں اجماع کے صحیح ہونے کے لئے سیدی حضور رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ظاہری وصال مبارک کے بعد کی قید لگائی گئی ہے اس لئے وہ اجماع صحیح ہو گا جو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دورِ مبارک کے بعد ہو۔ کیونکہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ظاہری تشریف فرما ہونے کی وجہ سے کسی بھی اجماع کی نہ ضرورت تھی اور نہ گنجائش۔

---

[1] (المنجد، ص:166، دارالاشاعت کراچی)

[2] (نورالانوار، باب الاجماع)

[3] (اصول الشاشی، البحث الثالث فی الاجماع)

[4] (کلید التوحید کلاں)

خلافت راشدہ کے ادوار مبارکہ میں صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) مسائل کے استنباط میں کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ترجیح دیتے تھے۔ جب قرآن و سنت میں کوئی صریح و واضح حکم نہ ملتا تو آپس میں مشاورت کرتے تھے۔ جب وہ کسی حکم کے متعلق جماعت سے مشورہ لیتے اور متفقہ رائے سے جماعت کا مشورہ قابل قبول ہوتا پس اسی طریقہ کا نام اجماع تھا۔ اب ہم ذیل میں اجماع کے جواز کو قرآن و سنت اور دیگر آئمہ دین کے اقوال کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اجماع کا جواز "قرآنی تعلیمات" کی روشنی میں:

1: وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ"[5]

"اور جو شخص رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ اس پر ہدایت کی راہ واضح ہو چکی اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ کی پیروی کرے تو ہم اسے اسی (گمراہی) کی طرف پھیرے رکھیں گے جدھر وہ (خود) پھر گیا ہے اور (بالآخر) اسے دوزخ میں ڈالیں گے"۔

اس آیت مبارک میں غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ اس میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کرنے اور مؤمنین کے طریق پہ چلنے کا حکم مبارک ہے جو کہ بذاتِ خود اجماع کی واضح دلیل ہے۔ اجماع کی مخالفت کرنے والے کے لئے اللہ عزوجل کی طرف سے دو سزائیں ہیں "نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى" دنیا میں گمراہی اور "نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ" آخرت میں جہنم کی سزا۔

اس لیے قاضی ثناء اللہ پانی پتی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

"وَهٰذِهِ الْاٰيَةُ دَلِيْلٌ عَلٰى حُرْمَةِ مُخَالَفَةِ الْاِجْمَاعِ"[6]

"یہ آیت مبارک اجماع کی مخالفت کے حرام ہونے پہ دلیل ہے"۔

2: "وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا"[7]

"اور اللہ کی رسّی مضبوط تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا (فرقوں میں بٹ نہ جانا)"۔

اس آیت مبارک کی تفسیر میں علامہ ابن جریر طبری (رحمۃ اللہ علیہ) حضرت عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہما) سے مروی ایک روایت بیان کرتے ہیں:

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمْ بِالطَّاعَةِ وَالْجَمَاعَةِ فَإِنَّهُمَا حَبْلُ اللهِ الَّذِي أَمَرَ بِهِ، وَإِنَّ مَا تَكْرَهُونَ فِي الْجَمَاعَةِ وَالطَّاعَةِ هُوَ خَيْرٌ مِمَّا تَسْتَحِبُّونَ فِي الْفُرْقَةِ"[8]

"اے لوگو! تم پر اطاعت (اللہ عزوجل اور اس کے رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)) اور جماعت (کے ساتھ وابستگی) لازم ہے پس بے شک اللہ عزوجل کی رسی اطاعت و جماعت کی رسی ہے جس کے بارے میں حکم فرمایا گیا ہے اور بے شک جس کو تم جماعت اور اطاعت میں ناپسند کرتے ہو وہ اس سے بہتر ہے جس کو تم تفرقہ بازی میں پسند کرتے ہو"۔

3: "وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا"[9]

"اور (اے مسلمانو!) اسی طرح ہم نے تمہیں (اعتدال والی) بہتر امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور (ہمارا یہ برگزیدہ) رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم پر گواہ ہو"۔

اس آیت مبارک کی تفسیر میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

"اُسْتُدِلَّ بِهٖ عَلٰى حُجِّيَّةِ الْاِجْمَاعِ لِاَنَّ بُطْلَانَ مَا اَجْمَعُوْا عَلَيْهِ يُنَافِيْ عَدَالَتَهُمْ"[10]

[5] (النساء:115)
[6] (تفسیر مظہری، زیر آیت النساء:115)
[7] (آل عمران:103)
[8] (تفسیر طبری، زیر آیت آل عمران:103)
[9] (البقرۃ:143)
[10] (تفسیر مظہری، زیر آیت البقرۃ:143)

"اس آیت مبارک سے اجماع کی حجیت پہ استدلال کیا گیا ہے کیونکہ جس چیز پر انہوں نے اجماع کیا اس کا باطل ہونا ان کی عدالت کے منافی ہے"۔

4: "كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ"[11]

"تم بہترین اُمت ہو جو سب لوگوں (کی رہنمائی) کے لیے ظاہر کی گئی ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو"۔

امام ابو بکر جصاص (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ یہ آیت کئی وجوہ سے حجیتِ اجماع پر دلالت کر رہی ہے:

"پہلی وجہ یہ ہے کہ "كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ" فرما کر اس امت کی تعریف کی گئی ہے یہ اللہ عزوجل کی طرف سے تعریف کی مستحق اس وقت ہو سکتی ہے جب امتی حقوق اللہ کو قائم کرنے والے ہوں اور گمراہ نہ ہوں"۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ یہ معروف کا حکم دیں گے اور وہ (معروف) اللہ تعالیٰ کا امر ہو گا کیونکہ معروف اللہ عزوجل کا امر ہی ہوتا ہے۔

تیسری وجہ یہ کہ ان کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ وہ برائی سے روکیں گے اور منکر وہ ہے جس سے اللہ عزوجل نے منع فرمایا ہے اور یہ اس صفت کے مستحق اس وقت ہو سکتے ہیں جب کہ یہ اللہ کے ہر حکم پر راضی ہوں۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ امت جس چیز سے روکے گی وہ منکر ہو گی اور جس چیز کا حکم دے گی وہ معروف ہو گی اور وہ اللہ عزوجل کا حکم ہو گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی گمراہی پر امت کا اجماع نہیں ہو سکے گا اور جس پر اجماع ہو گا وہ اللہ کا حکم ہو گا"۔[12]

اجماع کی اہمیت احادیث مبارکہ کی روشنی میں:

1: حضرت عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہما) روایت بیان فرماتے ہیں:

"فَمَا رَأَى الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا، فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ، وَمَا رَأَى الْمُسْلِمُونَ سَيِّئًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ سَيِّئٌ"[13]

"پس جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ عزوجل کے ہاں بھی اچھی ہے اور جس چیز کو مسلمان بُرا سمجھیں وہ اللہ عزوجل کے نزدیک بھی بُری ہے"۔

2: حضرت عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ اللّٰهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّتِي، أَوْ قَالَ: أُمَّةَ مُحَمَّدٍ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عَلَى ضَلَالَةٍ، وَيَدُ اللّٰهِ مَعَ الْجَمَاعَةِ، وَمَنْ شَذَّ شَذَّ إِلَى النَّارِ"[14]

"بے شک اللہ عزوجل میری امت، یا ارشاد فرمایا "امتِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) (راوی کو شک ہے) کو ضلالت و گمراہی پہ جمع نہیں فرمائے گا اور اللہ کا ہاتھ مبارک جماعت پر ہے اور جو (جماعت سے) کٹا وہ آگ میں پڑا"۔

3: حضرت محمد بن حنفیہ (رضی اللہ عنہ) نے حضرت علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) سے روایت بیان کی ہے، فرماتے ہیں کہ:

مَیں نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اگر ہمیں ایسے معاملے کا سامنا ہو جس کے متعلق (قرآن و سنت میں) بیان یعنی امر اور نہی موجود نہ ہو تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں کیا حکم ارشاد فرمائیں گے؟ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

"تُشَاوِرُونَ الْفُقَهَاءَ وَالْعَابِدِينَ، وَلَا تُمْضُوا فِيهِ رَأْيَ خَاصَّةٍ"[15]

"فقہاء و عابدین سے مشورہ کرنا اور ایک خاص (فرد واحد) کی رائے کو نافذ نہ کرنا"۔

---

[11] (آل عمران:110)

[12] (أحکام القرآن، زیرِ آیت، آل عمران:110)

[13] (فضائل الصحابۃ لاحمد بن حنبلؒ، باب: وَمِنْ فَضَائِلِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ)

[14] (سنن الترمذی، بَابُ مَا جَاءَ فِي لُزُومِ الجَمَاعَةِ)

[15] (المعجم الأوسط للطبرانیؒ، باب الالف من اسمه احمد)

4: حضرت مغیرہ بن شعبہ (رضی اللہ عنہ) روایت بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

"لَا يَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ، حَتَّى يَأْتِيَهُمْ أَمْرُ اللهِ وَهُمْ ظَاهِرُونَ"[16]

"میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ غالب رہے گی یہاں تک کہ ان پر اللہ عزوجل کا امر (قیامت) آجائے گی اور وہ (اس حال میں بھی) غالب ہوں گے"۔

"صحیح مسلم" میں یہ حدیث مبارک ان الفاظ مبارک کے ساتھ مذکور ہے- حضرت ثوبان (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ سیدی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

"لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ، حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ وَهُمْ كَذَلِكَ"[17]

"میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پہ قائم رہے گا- جو شخص ان کو رسوا کرنا چاہے گا وہ ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا وہ اسی حال پہ رہیں گے یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی"۔

اس حدیث مبارک کی شرح میں علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) رقمطراز ہیں:

"وَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ مُعْجِزَةٌ ظَاهِرَةٌ فَإِنَّ هَذَا الْوَصْفَ مَا زَالَ بِحَمْدِ اللهِ تَعَالَى مِنْ زَمَنِ النَّبِيِّ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) إِلَى الْآنَ وَلَا يَزَالُ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ الْمَذْكُورُ فِي الْحَدِيثِ وَفِيهِ دَلِيلٌ لِكَوْنِ الْإِجْمَاعِ حُجَّةً"[18]

"اس حدیث مبارک میں حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ایک واضح معجزے کا اظہار ہے کیونکہ یہ وصف بحمد اللہ تعالیٰ سیدی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دور مبارک سے لے کر آج تک قائم ہے اور اسی طرح (ان شاء اللہ) ہوتا رہے گا یہاں تک کہ حدیث مبارک میں مذکور اللہ پاک کا امر (قیامت) آجائے اور اس میں اجماع کے حجت ہونے پر دلیل ہے"۔

4: حضرت ابوذر غفاری (رضی اللہ عنہ) حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

"اِثْنَانِ خَيْرٌ مِّنْ وَّاحِدٍ، وَثَلَاثَةٌ خَيْرٌ مِّنَ اثْنَيْنِ، وَأَرْبَعَةٌ خَيْرٌ مِّنْ ثَلَاثَةٍ، فَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ، فَإِنَّ اللهَ لَنْ يَّجْمَعَ أُمَّتِي إِلَّا عَلَى هُدًى"[19]

"دو ایک سے بہتر ہیں اور تین دو سے بہتر ہیں اور چار تین سے بہتر ہیں- پس تم پر جماعت کی رفاقت لازم ہے پس بے شک اللہ عزوجل میری امت کو ہدایت پر ہی جمع فرمائے گا"۔

5: حضرت ابوبصرہ غفاری (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ سیدی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

"میں نے اپنے رب سے چار چیزوں کا سوال کیا تو اللہ عزوجل نے مجھے تین چیزیں عطا فرمائیں اور ایک سے منع فرمادیا- (ان مقبول دعاؤں میں ایک یہ تھی کہ) میں نے سوال کیا کہ:

"أَنْ لَّا يَجْمَعَ أُمَّتِي عَلَى ضَلَالَةٍ"[20]

"اللہ پاک میری امت کو گمراہی پہ جمع نہیں فرمائے گا"۔

اب منکرین اجماع اور جماعت کے بارے میں جو وعید فرمائیں گئی ہیں ان میں کچھ درج ذیل ہیں:

1: حضرت ابوذر غفاری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے:

"مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ"[21]

"جو شخص جماعت سے بالشت برابر جدا ہوا تو اس نے اسلام کی رسی اپنی گردن سے الگ کر دی"۔

ایک اور روایت مبارک میں ہے:

2: حضرت عبد اللہ ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

[16] (صحیح البخاری، كتاب الاعتصام بالكتاب و السنة)

[17] (صحیح مسلم، کتاب الامارہ)

[18] (شرح النووی علی صحیح مسلم، کتاب الامارہ)

[19] (مسند احمد بن حنبل، حديث أبي ذر الغفاري)

[20] (المعجم الکبیر للطبرانی، باب الجیم)

[21] (سنن أبي داود، باب في قتل الخوارج)

"مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَمَاتَ، إِلَّا مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً"[22]

"جو جماعت سے ایک بالشت بھی دور رہا اور وہ مر گیا تو تحقیق وہ جاہلیت کی موت مرا"۔

3: حضرت عَرْفَجَةَ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

"مَنْ أَتَاكُمْ وَأَمْرُكُمْ جَمِيعٌ عَلَى رَجُلٍ وَاحِدٍ، يُرِيدُ أَنْ يَشُقَّ عَصَاكُمْ أَوْ يُفَرِّقَ جَمَاعَتَكُمْ، فَاقْتُلُوهُ"[23]

"جب تم ایک شخص کی امامت پہ متفق ہو پھر کوئی شخص تمہارے اتحاد کی لاٹھی کو توڑنے کی کوشش کرے یا تمہاری جماعت میں تفریق کی کوشش کرے تو اس کو قتل کر دو"۔

دورِ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) اور بعد میں اجماع کی چند مثالیں:

صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے دور مبارک میں اجماع ثبوت اور شواہد کے ساتھ بالاتفاق موجود ہے جیسا کہ علامہ جلال الدین سیوطی (رحمۃ اللہ علیہ) نے لکھا ہے کہ ابو القاسم بغوی میمون بن مہران سے روایت بیان کرتے ہیں کہ:

"جب کوئی معاملہ حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کو پیش ہوتا تو آپ (رضی اللہ عنہ) اس کا حکم قرآن مجید میں تلاش کرتے- اگر مل جاتا تو آپ (رضی اللہ عنہ) اس کے مطابق فیصلہ فرماتے اگر نہ ملتا تو حضور نبی رحمت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حدیث مبارک یاد ہوتی تو اس کے موافق فیصلہ فرماتے- اگر کوئی حدیث مبارک بھی معلوم نہ ہوتی تو اُٹھ کر مسلمانوں سے دریافت فرماتے کہ میرے سامنے ایسا معاملہ پیش ہوا ہے تمہیں معلوم ہے کہ سیدی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس معاملے کے بارے میں کوئی فیصلہ فرمایا ہو؟ تو بعض اوقات کئی لوگ کہتے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس معاملہ میں اس طرح فیصلہ مبارک فرمایا تھا اور اس پر آپ (رضی اللہ عنہ) فرماتے کہ اللہ عزوجل کا شکر ہے کہ اس نے ہم میں ایسے اشخاص بھی پیدا فرمائے ہیں جو اپنے نبی پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی باتوں کو یاد رکھتے ہیں- اگر کوئی حدیث مبارک بھی نہ ملتی تو آپ (رضی اللہ عنہ) جلیل القدر اور معززین صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو جمع فرما کر مشورہ کرتے اور جس بات پر ان کا اتفاق ہوتا اسی کے موافق فیصلہ فرماتے-

اسی طرح حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) کا بھی یہی معمول تھا کہ قرآن و حدیث سے کسی مسئلہ کا حل نہ ملتا تو دیکھتے کہ اس معاملہ میں حضرت سیدنا صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) نے اجتہاد کیا ہے یا نہیں؟ اگر معلوم ہوتا تو آپ (رضی اللہ عنہ) اس کے موافق فیصلہ فرماتے اگر فیصلہ نہ ملتا تو صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی کثرتِ رائے سے فیصلہ فرماتے"[24]

حتیٰ کے حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) نے خلیفہ مقرر فرمانے کیلیے مشورہ فرمایا- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ امام اور خلیفہ کو مقرر کرنا کس قدر اہم مسئلہ تھا لیکن حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) نے اس کے انتخاب کا معاملہ

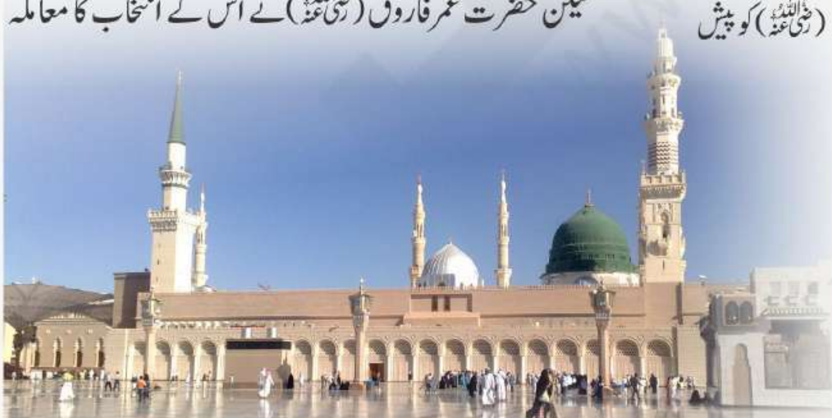

اربابِ حل و عقد کے باہمی مشورہ اور اتفاق پہ چھوڑ دیا-

امام بخاری (رحمۃ اللہ علیہ) نقل فرماتے ہیں کہ:

"حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد آئمہ دین مباح کاموں میں امین لوگوں سے مشورہ کیا کرتے تھے"-

---

[22] (صحیح البخاری، بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) "سَتَرَوْنَ بَعْدِي أُمُورًا تُنْكِرُونَهَا")

[23] (صحیح مسلم، کتاب الامارہ)

[24] (تاریخ الخلفاء، فصل: 17، علم سیدنا صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ))

حضرت سفیان ثوری (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ:

"متقی اور امانت دار شخص سے مشورہ کرنا چاہیے"۔

حضرت حسن بصری (رحمۃ اللہ علیہ) ارشاد فرماتے ہیں:

"اللہ کی قسم! جو لوگ مشورہ کرتے ہیں اللہ عزوجل ان کی صحیح حل کی طرف رہنمائی فرماتا ہے"۔[25]

یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ امت مسلمہ کو ہر دور میں اجتہاد و اجماع کی ضرورت رہی ہے۔اس وقت رائج احکام میں کئی احکامات ایسے ہیں جن کا ماخذ محض اجماع ہے۔یہاں محض چند امور (جن کا ثبوت محض اجماع سے ہے) کو زیب قرطاس کی سعی سعید کرتے ہیں جس سے اجماع کی اہمیت مزید اظہر من الشمس ہو جاتی ہے۔

1. سیدنا ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کی خلافت اور آپ (رضی اللہ عنہ) کا مانعینِ زکاۃ سے قتال کرنے پر صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کا اجماع ہوا تھا۔
2. سیدنا عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) کے دورِ خلافت میں شراب پینے والے کی حد اسی (80) کوڑے بالاجماع مقرر کی گئی تھی۔
3. سیدنا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے صرف دو رات تراویح باجماعت ادا فرمائیں۔بخاری شریف کی روایت مبارک کے مفہوم کے مطابق اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ فرما کر یہ معمول ترک فرمادیا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں یہ تمہارے اوپر فرض نہ کر دی جائے۔پھر حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) کے زمانہ مبارک میں پورے رمضان میں مواظبت کے ساتھ بیس رکعات باجماعت تراویح پر صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کا اجماع منعقد ہو گیا۔
4. ایک مجلس کی تین طلاق سے ایک طلاق واقع ہو یا تین ہی واقع ہوں، اس مسئلہ پہ بھی صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) میں کے درمیان بحث ہوتی رہی پھر حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) کے دورِ حکومت میں اس پر صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کا اجماع ہو گیا کہ ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں مغلظہ یعنی تین ہی شمار ہوں گی۔
5. رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے نمازِ جنازہ کی تکبیرات پانچ بھی منقول ہیں اور سات، نو اور چار بھی؛ پھر حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) کے دورِ حکومت میں غور و خوص کر کے چار تکبیرات پر صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کا اجماع منعقد ہو گیا۔
6. بالاجماع صحیح بخاری و صحیح مسلم کی احادیث کو دوسری کتابوں کی احادیث پر ترجیح حاصل ہے۔
7. قرآن پاک کا غیر مخلوق ہونا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص قرآن مجید کو مخلوق کہے وہ شخص کافر ہے۔[26]
8. قرآن پاک کا ایک کتاب کی شکل میں جمع ہونا، تیس پاروں کا ہونا، مصحف عثمانی کے رسم الخط، اس کے اعراب پر الحمدللہ اجماع ہے۔
9. قادیانیوں کا اسلام سے خروج (یعنی ان کے غیر مسلم ہونے پہ امت مسلمہ کا اجماع ہے)

اس کے علاوہ کئی مسائل (لاؤڈ سپیکر پہ اذان وغیرہ) ہیں جن کے ثبوت کا ذریعہ صرف اور صرف اجماع ہے۔

اجماع کی اقسام و درجہ بندی:

اجماع کی دو صورتیں ہیں "اجماعِ صریحی" اور "اجماعِ سکوتی" اجماعِ صریحی یہ ہے کہ سب کے سب مجتہدین اپنی رائے کا صراحۃً اظہار کر کے اتفاق کریں اور اجماع سکوتی یہ

---

[25] (الجامع الاحکام للقرطبی، ج:4، ص:251)

[26] (یہ قرون اولی میں یہ ایک اختلافی مسئلہ رہا۔ معتزلہ کی طرف سے اس بڑی کو شدومد کے ساتھ اور قرآن پاک کے مخلوق تسلیم کروانے میں انہوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن امام احمد بن حنبل (رضی اللہ عنہ) کی بے مثال جدوجہد و قربانی کی وجہ سے نہ صرف یہ مسئلہ دب گیا بلکہ قرآن پاک کے غیر مخلوق ہونے پہ امت مسلمہ کا اجماع ہو گیا)

ہے کہ ایک مجتہد اپنی رائے کا اظہار کرے اور بقیہ حضرات انکار نہ کریں؛ بلکہ خاموش رہیں- پہلا اجماع تو بالاتفاق حجت ہے جبکہ دوسرے کے بارے میں آئمہ دین کا اختلاف ہے- زیادہ اس جواز کے قائل ہیں کہ ان کے نزدیک ان کی خاموشی کو رضا پہ محمول کیا جائے گا- اسی طرح اجماع کی تقویت کے لحاظ سے درجہ بندی کرتے ہوئے شیخ احمد بن ابو سعید بن عبد اللہ المعروف ملا جیون (رحمۃ اللہ علیہ) رقمطراز ہیں:

سب سے قوی اجماع وہ ہو گا جو کہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کا اجماع ہو- مثلاً اس طرح فرمائیں کہ ’’ہم نے اجماع کیا ہے اس امر پر‘‘ تو یہ (اجماع فائدہ دینے میں من حیث القوۃ) آیت کے مانند ہے اور خبر متواتر کے مثل ہے چنانچہ اس کا منکر کافر ہو جائے گا- اس میں سے ایک مثال اس اجماع کی حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کی خلافت پر صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کا اجماع کرنا ہے-

اس کے بعد دوسرا درجہ اس اجماع کا ہے کہ بعض صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے صراحتاً ارشاد فرمایا اور بعض نے سکوت فرما لیا- اس کو اجماع سکوتی سے موسوم کیا گیا ہے اس اجماع کا منکر کافر نہیں اگرچہ اس نوع کا اجماع دلائل قطعیہ میں داخل ہے-

تیسری نوع: اجماعِ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے بعد ہر دور کے اہلِ اجماع کا کسی مسئلہ پر اجماع کرنا ہے جبکہ اس مسئلہ میں صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کا اختلاف ظاہر نہ ہوا ہو- اس نوع کا درجہ خبر مشہور کے مثل ہے جو کہ طمانیت کا فائدہ دیتا ہے یقین قطعی کا نہیں-

قسم چہارم: حضرات صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے اختلاف کے باوجود اس اہلِ اجماع کا اجماع کر لینا یعنی اولاً تو دو قول تھے اس کے بعد ایک قول پر اجماع کر لیا- اس نوع کا درجہ سب سے کم ہے- پس وہ خبر واحد کے درجے میں ہے (اس کا حکم یہ ہے وہ عمل کو ثابت کرتا ہے علم یقینی اور قطعی کو نہیں اور اس کو قیاس سے اسی طرح مقدم رکھا جائے گا جس طرح خبر واحد (قیاس سے مقدم ہوتی ہے)-[27]

قرآن و سنت اور دیگر دلائل اس چیز پہ دلالت کرتے ہیں یہ امت اجتماعی طور پر خطا سے محفوظ ہے یعنی پوری امت خطا اور ضلالت پر اتفاق کرے قطعاً ایسا نہیں ہو سکتا ہے اور جب معاملہ ایسا ہے تو اجماع امت کے ماننے اور اس کے حجتِ شرعی ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے-

حرفِ آخر و پیغامِ آخر:

الحمد للہ! یہ اللہ تعالیٰ کے محبوب مکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا معجزہ اور غیب کی خبر ہے جو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پہ قائم رہے گا جو من و عن سچ ثابت ہوا- ورنہ اگر قرونِ اولیٰ کی

تاریخ پہ غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ باقی تمام انبیاء کرام (علیہم السلام) کی شریعتوں کی مدت محدود تھی- مزید یہ کہ ان کے ماننے والوں نے ان مقدس ہستیوں پہ نازل ہونے کے احکام کو کچھ عرصہ بعد نہ صرف خواہشات نفسانیہ کی بھینٹ چڑھا دیا بلکہ ان میں تحریف بھی کر دی گئی اس وقت توریت اور انجیل کی مثال ہمارے سامنے ہے- لیکن ہمارے آقا کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پہ نازل ہونے والی کتاب قرآن مجید، فرقان حمید کی حفاظت کا ذمہ اللہ پاک نے خود اپنے ذمہ کرم پہ لیا- اسی طرح آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سنن مبارکہ کو اللہ پاک نے اپنے کرم اور اس امت کے صلحاء، فقہاء، محدثین اور مجتہدین کی مساعی جمیلہ کی برکت سے قیامت تک محفوظ فرما دیا-

☆☆☆

[27] (نورالانوار، باب الاجماع)

پاکستان ترکی تعلقات

MUSLIM Institute

دو طرفہ تعاون بڑھانے کے مواقع

(ویبینار رپورٹ)

رپورٹ: مسلم انسٹیٹیوٹ

مسلم انسٹیٹیوٹ نے ”پاکستان ترکی تعلقات: دو طرفہ تعاون بڑھانے کے مواقع“ کے موضوع پر ویبینار کا اہتمام کیا- ڈاکٹر حمزہ افتخار (سینئر ریسرچ ایسوسی ایٹ مسلم انسٹیٹیوٹ) نے ویبینار کی ماڈریشن کے فرائض سر انجام دیئے- محققین، طلباء، یونیورسٹیز فیکلٹی، تھنک ٹینکس کے نمائندگان، صحافیوں، سیاسی رہنماؤں اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد نے ویبینار میں شرکت کی-

میں سے ایک ہے خاص کر گزشتہ چند برس میں بہت بڑی ڈویلپمنٹس ہوئی ہیں- دونوں برادر اسلامی ممالک مشترکہ معاشرتی، ثقافتی اور مذہبی اقدار کے حامل ہیں- دونوں ممالک کی عوام مشکل وقت میں ہمیشہ ایک دوسرے کے شانہ بشانہ کھڑی رہی ہے- 1915ء میں جب ترک افواج درہ دانیال کے دفاع کے لیے شاندار مزاحمت کا مظاہرہ کر رہی تھی ان کی اخلاقی حمایت کیلیے 6000 کلو میٹر دور لاہور میں ریلی نکالی گئی- بعد میں تحریک خلافت کی شکل میں ہندوستانی مسلمانوں

ویبینار میں شامل ماہرین:

تعارفی و اختتامی کلمات
صاحبزادہ سلطان احمد علی
چیئر مین مسلم انسٹیٹیوٹ

معزز مہمان
سائرس سجاد قاضی
پاکستان کے سفیر برائے ترکی

معزز مہمان
احسان مصطفیٰ یردکل
ترکی کے سفیر برائے پاکستان

معزز مہمان
خان ہشام بن صدیق
وائس ایڈمرل (ر)

سابق سفیر
معزز مہمان
عارف کمال

معزز مہمان
پروفیسر ڈاکٹر ضمیر اعوان
سکول آف سوشل سائنسز اینڈ ہیومینٹیز، نسٹ

معزز مہمان،
پروفیسر ڈاکٹر احمد اویسال
ڈائریکٹر مڈل ایسٹرن سٹڈیز سنٹر، ترکی

معزز مہمان
ڈاکٹر شبانہ فیاض
ڈیفنس اینڈ سٹریٹیجک سٹڈی
قائد اعظم یونیورسٹی، اسلام آباد

ڈاکٹر سیف الرحمٰن ملک
ڈائریکٹر انڈیا سٹڈی سنٹر، انسٹیٹیوٹ آف سٹریٹیجک سٹڈی، اسلام آباد

مقررین کی جانب سے کیے گئے اظہارِ خیالات مختصر صورت میں پیش کیے جاتے ہیں:

پاکستان اور ترکی کے مابین مثالی تعلقات عرصہ دراز سے استوار ہیں- عالمی سطح پر یہ پاکستان کے اہم ترین تعلقات

نے ترک بھائیوں کیلیے انمول محبت اور قربانی کا اظہار کیا-

قیام پاکستان کے فوراً بعد، صدیوں سے قائم روایات کا پاس کرتے ہوئے دونوں ممالک نے مشکل اوقات میں ایک دوسرے کی ہر ممکن مدد کی، دشمن کے خلاف ایک دوسرے

کی ڈھال بنے اور قدرتی آفات سے نمٹنے کیلیے شانہ بشانہ کھڑے ہوئے- تعلقات کی بنیادوں کو مستحکم رکھنے کیلیے دونوں ممالک کے رہنما ایک دوسرے سے قریبی رابطہ رکھتے ہیں- 2009ء میں قائم کی جانے والی اعلیٰ سطحی رابطہ کونسل اور بعد ازاں اس کونسل کو اعلیٰ سطحی سٹریٹیجک رابطہ کونسل میں ڈھالنا اس بات کا ثبوت ہے کہ دونوں ممالک ایک دوسرے کے مابین زندگی کے ہر شعبے میں پائیدار تعلقات کے قیام کے لیے کوشاں ہیں-

فروری 2020ء میں اعلیٰ سطحی سٹریٹیجک کونسل کی 6 میٹنگز کے بعد دونوں ممالک نے ایک مشترکہ اعلامیہ سمیت مفاہمت کی 13 یاداشتوں پر دستخط کیے جس میں ایک سٹریٹیجک اکنامک فریم ورک کی منظوری بھی دی گئی تاکہ مزید گہرے اقتصادی روابط کے ذریعے تعلقات کو مضبوط بنایا جا سکے- اس اکنامک فورم کا مقصد باہمی تجارت کو موجودہ 800 ملین ڈالر کے تجارتی حجم سے بڑھا کر 2023ء تک 5 ارب ڈالر تک پہنچانا ہے- دونوں ممالک کے وزرائے اعظم نے سٹریٹیجک اکنامک فورم اور 71 نکات پر مشتمل لائحہ عمل کو مضبوط اقتصادی تعاون کی جانب روڈ میپ قرار دیا- ترک صدر نے پاکستان کی قومی اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ وہ پاکستان کے ساتھ اپنے ملک کے تعلقات کو کاروبار اور تجارت کے لحاظ سے مثالی بنانا چاہتے ہیں- دونوں حکومتوں کے مابین طے پانے والی مفاہمت کی یاداشتوں کا تعلق تکنیکی معیار و مطابقت کی چھان بین اور اس کی تربیت، شہریوں کی ایکسچینج پالیسی، سیاحت کے فروغ، تجارت کے لیے سہولیات اور کسٹمز کے حوالے سے تعاون، ریلویز، پوسٹل سروسز، فوجی تعاون اور توانائی کے امور سے تھا-

ترکی کے چین سے بڑھتے ہوئے تعلقات نے پاک چین سٹریٹیجک شراکت داری کیلیے نئے دروازے کھولے ہیں جس میں ون بیلٹ ون روڈ اور سی پیک سر فہرست ہیں- دونوں ممالک ان منصوبوں سے بے پناہ فوائد حاصل کر سکتے ہیں- اس سے نہ صرف دو طرفہ تجارت میں اضافہ ہوگا بلکہ اقتصادی خوشحالی بھی حاصل ہوگی-

دونوں ممالک کی خواہش ہے کہ تاریخی اور خوشگوار تعلقات کو مضبوط سٹریٹیجک شراکت داری میں بدلا جائے- دفاعی پیداوار کی صنعتوں میں دونوں ممالک کا گہرا تعاون ایک بہت بڑا سرمایہ ہے- گزشتہ دس سال میں اس شعبہ میں بہت زیادہ ترقی دیکھنے کو ملی ہے- ترکی پاکستان کے ساتھ مل کر بکتر بند گاڑیاں، ٹینکس، فوجی مواصلاتی نظام اور بحری گشت کے لیے استعمال ہونے والی کشتیاں بنانے کے لیے مل کر کام کر رہا ہے- دونوں ممالک میں خلائی نظام سے متعلق صنعتوں کے حوالے سے تعاون پر بھی غور کیا جارہا ہے-

دونوں ممالک کے لوگوں میں تصوف کے حوالے سے بھی گہرا رجحان پایا جاتا ہے- مولانا رومیؒ اور علامہ محمد اقبالؒ نہ صرف دونوں ممالک کے سافٹ امیج ہیں بلکہ دونوں ممالک

کے لوگوں کے درمیان ایک مضبوط قلبی تعلق کی وجہ بھی ہیں- دونوں ممالک کے لوگوں کا آپس میں شخصی تعلق مثالی ہے- جب بھی پاکستان یا ترکی کا باشندہ دوسرے ملک کا دورہ کرتا ہے تو برادر ملک کی مہمان نوازی اور محبت دیدنی ہوتی ہے- مسلم تاریخ اور معاشرت پر بنائے جانے والے ترکی کے ڈرامے پاکستان میں بہت زیادہ پسند کئے گئے ہیں- اس کی ایک بہت بڑی مثال ترک ڈرامہ سیریل ''ارطغرل'' کی پاکستان میں مقبولیت ہے-

ہمیں اس بات پر غورو فکر کرنے کی ضرورت ہے کہ کس طرح ہم اس مضبوط بنیاد پر مثالی تجارتی روابط کے ذریعے برادرانہ تعلقات کی ایک عالیشان عمارت تعمیر کر سکتے ہیں- پاکستان کی آبادی 220 ملین اور ترکی کی آبادی 82 ملین نفوس سے زیادہ پر مشتمل ہے- دونوں ممالک کی مشترکہ آبادی 300 ملین ہے جو کہ تمام دنیا کا 5 سے 6 فیصد ہے- لیکن بد قسمتی سے دو طرفہ تجارت ابھی تک بہت کم ہے- دونوں ممالک کا تجارتی حجم صرف 600 سے 800 ملین ڈالر ہے- کورونا وائرس کی وبا کی وجہ سے اس میں مزید 30 فیصد کمی آئی ہے- دونوں ممالک کو ایک دوسرے کی ترقی و خوشحالی میں حصہ لینا چاہیے- کورونا اور ٹیکنالوجی کے بڑھتے ہوئے استعمال نے دنیا بھر میں کاروباری تکنیک کو بدل کر رکھ دیا ہے- چونکہ ترکی مصنوعی ذہانت اور سوشل سیکورٹی کے میدانوں میں ٹیکنالوجی کے لحاظ سے بہت آگے ہے تو وہ باہمی مفادات کے حصول کے لیے پاکستان کے ساتھ تعاون کر سکتا ہے-

تجارتی لحاظ سے ترکی نے گزشتہ چند دہائیوں میں بہت ترقی کی ہے- برآمدات اور درآمدات کے لحاظ سے اس کا تجارتی حجم 400 ارب ڈالر ہے- پاکستان بد قسمتی سے تجارتی لحاظ سے بہت پیچھے ہے- حکومت کے ساتھ ساتھ یہ نجی کاروباری طبقے کی بھی ذمہ داری ہے کہ تجارت کے فروغ میں اپنا کردار ادا کریں- موجودہ حکومت اس سلسلہ میں سنجیدہ نظر آتی ہے اور اس نے اس سلسلہ میں کچھ شعبہ جات کو ترجیحی بنیادوں پر فوکس کیا ہے جس میں 50 ملین ڈالر کی لاگت سے کم آمدنی والے خاندانوں کے لیے گھروں کی تعمیر ہے- اس لیے کنسٹرکشن کی صنعت میں اس وقت سرمایہ کاری کے کافی مواقع موجود ہیں- اسی طرح سیاحت پر بھی کافی توجہ دی جا رہی ہے- پچھلے سال عالمی جرائد جیسا کہ فوربز نے پاکستان کو سیاحوں کیلیے پسندیدہ ملک قرار دیا- پچھلے سال 40 ملین سے زیادہ سیاحوں نے ترکی کا رخ کیا جس سے تیس ارب ڈالر سے زیادہ کا زرمبادلہ پیدا ہوا- کراچی سے گوادر تک پاکستان کے ساحلی مقامات دنیا کے خوبصورت ترین ساحلی مقامات میں سے ہیں- اس ضمن میں اگر ہم ترکی کے تجربات سے فائدہ اٹھائیں تو پاکستان کثیر زرمبادلہ حاصل کر سکتا ہے- پاکستان کو گراس روٹ لیول پر کام کرنا چاہیے جس طرح ترکی نے پچھلے تیس سال میں اپنی سیاحت کی صنعت کو استوار کیا-

تجارت کے فروغ کے لیے دونوں ممالک کے درمیان آزاد تجارتی معاہدہ کافی عرصہ سے زیر غور ہے- اپنی مثالی ترقی کے باوجود، ترکی کی ابھی تک ٹیکسٹائل کے شعبے میں صرف 10 سے 15 ملین ڈالر کی برآمدات ہیں- اسی طرح پاکستان کو بھی اپنے کمزور شعبوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ترکی کے ساتھ مشترکہ تجارتی پروجیکٹس پر کام کرنا چاہیے-

بہت سے مواقع کے ساتھ پاکستان اور ترکی کے سامنے دو مرکزی چیلنجز ہیں- ایک تجارت اور دوسرا اقتصادی سرمایہ کاری- 100 سے زیادہ ایسی ترک کمپنیاں ہیں جو پاکستان میں کام کرنا چاہتی ہیں- پاکستان کے پاس اس ضمن میں سیکھنے اور تعاون کے لیے بہت کچھ ہے- ہائیڈرو پاور پراجیکٹس میں پہلے ہی بہت سی ترک کمپنیاں پاکستان میں کام کر رہی ہیں اس لیے تجارت کی نسبت سرمایہ کاری پر مبنی تعاون زیادہ ہے- پاکستان میں ترکی کی سرمایہ کاری نہ صرف ترکی بلکہ پوری دنیا سے پاکستانی کاروباری تعاون کو فروغ دے گی-

پاکستان اور ترکی کے باہمی مفادات میں سے ایک افغانستان میں امن کا قیام ہے اور دونوں ممالک پُر امن افغانستان کے حامی ہیں- ترکی، پاکستان اور افغانستان سہ طرفہ تعلقات کے قیام پر کام کر رہے ہیں جو افغانستان کی ترقی کیلئے

معاون ہوں گے- ترکی افغانستان کے بارے میں علامہ اقبال کے ویژن کا پیروکار ہے کہ افغانستان ایشیاء کا دل ہے اور ایشیاء میں امن صرف افغانستان میں امن کے قیام سے ہی ممکن ہے-

حالیہ دنوں میں آذربائیجان کے ایشو پر دونوں ممالک نے آذربائیجان کے اصولی مؤقف کی حمایت اور آرمینیائی بربریت کی مذمت کی- اسی طرح کشمیر کے ایشو پر ترک حکومت اور عوام نے ہمیشہ مظلوم کشمیریوں کی حمایت کی ہے اور اقوامِ متحدہ کی قراردادں کے مطابق مسئلہ کشمیر کے حل پر زور دیا ہے- مسئلہ فلسطین پر بھی دنوں ممالک نے اسرائیلی مظالم اور فلسطین پر ناجائز قبضہ کی شدید مذمت کی ہے- اس مادی دنیا میں دو ممالک کے مابین اس قدر برادرانہ تعلقات اپنی مثال آپ ہیں-

دونوں ممالک دہشتگردی اور جنگ سے متاثر مہاجرین کے چیلنج کا شکار رہے ہیں- تعاون اور تجربات سے فائدہ اٹھانے کے لیے دونوں ممالک کے پاس وسیع پیمانے پر مواقع موجود ہیں- تیزی سے بدلتے ہوئے عالمی منظر نامے میں مسلم اُمہ کیلیے چیلنجز دن بدن بڑھ رہے ہیں- اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمانوں کے مابین باہمی اعتماد اور وحدت کو فروغ دیا جائے-

او آئی سی 56 اسلامی ممالک پر مشتمل تنظیم ہے لیکن ایک مؤثر کردار ادا کرنے سے قاصر ہے- ترکی اس تنظیم کو متحرک کرنے کیلیے پوری کوششیں کر رہا ہے- اس حوالے سے ایک اور اہم ایشو اسلاموفوبیا ہے جس کو حل کرنے کے لیے دونوں ممالک مل کر کام کر رہے ہیں-

وقفہ سوال وجواب:

وقفہ سوال وجواب میں کی جانے والی ڈسکشن کا خلاصہ درج ذیل ہے:

دونوں ممالک کے مابین مضبوط تعلقات قائم ہیں- ترکی اقتصادی اور معاشی لحاظ سے ایک مستحکم ملک ہے جبکہ دوسری جانب پاکستان ایک ایٹمی طاقت ہے- اگلی دہائی میں دونوں ممالک کو مل کر ہر شعبے میں کام کرنا چاہیے- آج کل ترکی کے پانچ بڑے ایشوز لیبیا، آذربائیجان، عراق، شام اور سب سے اہم مشرقی بحیرہ روم میں توانائی کے حوالے سے تنازعہ ہے- اس کے علاوہ ترکی بھی پاکستان کی طرح دہشت گردی کے مسائل کا شکار ہے اور دہشت گردی کو جڑ سے اکھاڑنے کیلیے وہ پاکستان کے تجربات سے فائدہ اٹھا سکتا ہے- دونوں ممالک کو سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدانوں میں تعاون کو وسیع کرنا چاہیے- پاکستان ترکی سے جدید ٹیکنالوجی خصوصاً زراعت اور تعلیم کے شعبے میں بہت کچھ سیکھ سکتا ہے-

☆☆☆

لیبیا ماضی، حال اور مستقبل کے آئینہ میں

محمد سرمد سرور

لیبیا رقبہ کے اعتبار سے جنوبی افریقہ کا چوتھا بڑا ملک ہے جس کے شمال میں بحیرۂ روم، مشرق میں مصر، جنوب مشرق میں سوڈان، جنوب میں چاڈ(Chad) اور نائیجیر جبکہ مغرب میں تیونس اور الجیریا واقع ہے- اس خطے کا بیشتر حصہ صحرا پر مشتمل ہے-لیبیا کا دارالحکومت قدیم شہر طرابلس(Tripoli) ہے جسے عربی میں طرابلو بھی کہا جاتا ہے-لیبیا کے اہم شہروں میں بین غارا، مستارا، البیزہ، خمس اور زاویا شامل ہیں جبکہ اس کی موجودہ آبادی لگ بھگ ساڑھے چھ ملین ہے جس میں اکثریت (96٪) سنی مسلمانوں کی ہے اور باقی اقلیتوں میں عیسائی، یہودی اور بدھ ازم کے ماننے والے شامل ہیں- عربی یہاں پر سرکاری زبان کے طور پر رائج ہے- اس کے علاوہ بیشتر شہروں میں اٹلین اور انگریزی بھی بولی اور سمجھی جاتی ہے-

تاریخی اعتبار سے لیبیا بہت قدیم ملک ہے- یہ مختلف حکومتوں کے زیرِ سایہ رہا اور اس کو دیگر ناموں سے پکارا جاتا رہا ہے:

> "The usage of the term Libya is a fairly modern development, the Greeks used it to refer to all North Africa".[1]

"لیبیا کی اصطلاح جدید دور کی ہے جبکہ یونانی اسے شمالی افریقہ سے منسوب کرتے تھے"-

لیبیا میں آبادکاری کرنے والوں میں سب سے قدیم قبیلہ بربر شمار کیا جاتا ہے- یاد رہے عظیم فاتح اندلس (طارق بن زیاد) اسی قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا- تاریخ کے اوراق گردانننے سے معلوم ہوتا ہے کہ لیبیا ایک وقت میں فارس کی سلطنت کے زیرِ اثر بھی رہا جبکہ ایک دور ایسا بھی گزرا کہ جولیس سیزر کے مصر فتح کرنے سے پہلے تک اس پر مصری حسینہ قلوپطرہ کی حکومت قائم تھی؛ اور یوں قلوپطرہ کے دورِ حکومت کے خاتمے پر رومیوں نے اس خطے پر قبضہ کر لیا اور ان ادوار میں مقامی آبادی کو زبردستی عیسائی بنایا جاتا رہا- اس ظلمت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں محکوم اقوام کی حمایت اور ظالم حکمرانوں کی دادرسی کے لیے دینِ حق نے آواز بلند کی- 647ء میں سیدنا حضرت عمروؓ بن العاص کی قیادت میں عظیم مسلم سپہ سالار حضرت عبد اللہ بن سعدؓ نے لیبیا کے قدیم شہر طرابلس کو فتح کیا- اس فتح سے نہ صرف اسلام کی ترویج و اشاعت ہوئی بلکہ اس خطے میں امن و آشتی، عدل و انصاف اور انسان دوستی کو فروغ ملا-

لیبیا کی قسمت میں روشن باب اس وقت آیا جب عہدِ بنی امیہ میں پورے لیبیا پر اسلامی پرچم لہرا گیا- اس خطے کو دورِ عباسیہ میں بھی مزید استحکام و ترقی ملی- مزید برآں! خلیفہ ہارون الرشید نے لیبیا کو جدید خطوط پر منظم کیا، جس سے نہ صرف معاشرتی اقدار کو فروغ ملا بلکہ داخلی طور پر بھی مضبوط حکومتی نظام قائم ہوا- سقوطِ غرناطہ کے بعد ہسپانوی و پرتگالی صلیبی جنگجوؤں کی کئی مہمات افریقہ میں شروع ہو گئیں اور ایک لمبا عرصہ تک لیبیا صلیبی قبضہ میں رہا- بعد ازاں عثمانی خلیفہ سلیمان عالیشان کے عہد میں مشہور ایڈمرل خیر الدین بربروسہ نے اسے صلیبی قبضہ سے رہا کروایا- اس کے ساتھ لیبیا کا شہر طرابلس سولہویں سے انیسویں صدی تک عظیم

[1] Journal of Middle Eastern and Islamic Studies (in Asia) Vol. 6, No. 1, 2012

سلطنت عثمانیہ کے دور میں ترقی کی منزل کی طرف گامزن رہا- اسی دوران نو آبادیات کے حامی اور طاقت کے پوجاری لیبیا کے استحکام اور عثمانیہ کی عظمت کے خلاف برسرپیکار رہے مگر 1835ء میں سلطنت عثمانیہ نے طرابلس اور لیبیا پر پوری طرح اپنی حکومت قائم کرلی- یہ شکست طاقت و دولت کی بھوک رکھنے والی نام نہاد مہذب قوم کو ہضم نہ ہوئی-

المختصر! یہ کہ ذاتی مفاد کی آڑ میں اقوام عالم کے امن تو تار تار کرتے ہوئے اٹلی نے 29 ستمبر 1911ء کو ایک دن کی دھمکی کے بعد لیبیا پر حملہ کر دیا- جنگ کے دوران سنوسی تحریک (لیبیا کے جنوبی صحرائی علاقوں میں یہ تحریک سنت نبوی(ﷺ) اور شریعت مطہرہ کی پابندی کی غرض سے چلائی گئی تھی) نے سلطان کی بھرپور حمایت کی- سلطان کو 1911ء میں سنوسی تحریک نے ٹیلی گرام میں اپنی وفاداری کی یقین دہانی کروائی اور بیرونی طاقتوں کے حملے سے لیبیا کے دفاع میں شرکت کی-

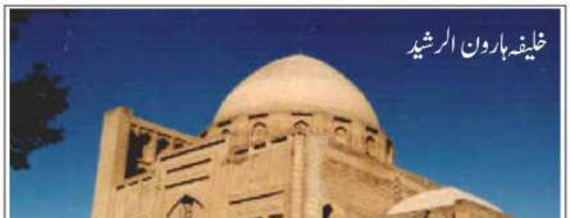

اس جنگ کے بعد 1912ء میں معاہدہ لوازن (Treaty of Lausanne) کے تحت لیبیا اٹلی کی دسترس میں چلا گیا- یوں اٹلی کی حاکمانہ پالیسی کے سبب دنیا کو پہلی جنگ عظیم کا سامنا کرنا پڑا- اس جنگ عظیم میں ترکی اور اس کے اتحادیوں کو شکست سے دوچار ہونا پڑا- لیبیا کے غیرت مند اور غیور عوام نے اٹلی کی دسترس کو قبول نہ کیا اس کے خلاف عظیم مجاہدِ آزادی عمر مختیار کی قیادت میں تحریک آزادی چلائی- عمر مختیار کی سیاسی بصیرت، شجاعت، بہادری، حریت پسندی اور فراست کے تحت نہ صرف لیبیا کی عوام ان کو اپنا قومی ہیرو گردانتے ہیں بلکہ اہل مغرب بھی ان کی شہرت سے بخوبی واقف ہیں:

"صحرا کا شیر". "Loin of the desert"[2].

اطالوی حکومت نے اس تحریک آزادی کو دبانے کے لیے ظلم و بربریت کی روش اختیار کی جو ہمیشہ سے نام نہاد امن کے داعیوں کا وطیرہ رہا ہے- عمر مختیار کو اطالوی حکومت نے پھانسی دے کر شہید کر دیا تاکہ آزادی کی تحریک کو ختم کیا جاسکے مگر انہیں منہ کی کھانی پڑی- اس پر دلیل کے طور پر قارئین کے پیش خدمت ہے:

"اٹلی کی فوج نے مقامی لوگوں کے خلاف شدید مظالم ڈھائے حریت پسند مجاہدین کو چن چن کر مارنا شروع کر دیا- اس کے باوجود مقامی لوگوں کے جوش و جذبہ میں کمی نہ آئی"-[3]

لیبیا کی عوام میں جذبہ شہادت کی عکاسی فاطمہ بنت عبد اللہ کی شہادت سے بخوبی ہو جاتی ہے- قوم کی بہادر بیٹی نے میدانِ جنگ میں اپنے زخمی بھائیوں اور غازیوں کو پانی پلاتے ہوئے جام شہادت نوش کیا- اس شہادت نے حکیم الامت علامہ محمد اقبالؒ کو متاثر کیا جس پر علامہ اقبال نے فاطمہ کی شہادت کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ:

فاطمہ! تو آبروئے امتِ مرحوم ہے
ذرہ ذرہ تیری مُشتِ خاک کا معصوم ہے
یہ سعادت، حُورِ صحرائی! تیری قسمت میں تھی
غازیانِ دیں کی سقّائی تری قسمت میں تھی

1943ء میں لیبیا پر اتحادی افواج (برطانیہ اور فرانس) نے قبضہ کر لیا جس کی تقسیم یوں تھی کہ اس کے دو صوبوں پر برطانیہ قابض ہو گیا اور ایک صوبہ فرانس کے ماتحت چلا گیا- بالآخر بابائے قوم عمر مختیار کے آزادی کے خواب کو تعبیر تب ملی جب 24 دسمبر 1951ء میں اقوام متحدہ کی قرارداد کے مطابق لیبیا خود مختار ریاست بن گئی-

[2]https://www.theguardian.com/film/filmblog/2011/jun/30/lion-of-the-desert-libya-gaddafi
[3]https://www.mirrat.com/article/11/330

لیبیا دنیا کا پہلا ملک ہے جس کو آزادی اقوام متحدہ کی حمایت اور قرار داد کی رو سے ملی- شاہ ادریس کو پہلا بادشاہ منتخب کیا گیا، اس وقت لیبیا کی معاشی و معاشرتی حالت دیگر ممالک کی نسبتاً اچھی نہ تھی- ان حالات میں ایک ایسی دریافت ہوئی جس نے عالمی دنیا کی نگاہوں میں لیبیا کی اہمیت و اثر و رسوخ میں مزید اضافہ کر دیا، یہ 1959ء میں تیل کی دریافت تھی- لیبیا کی سیاسی تاریخ میں اہم موڑ اس وقت آیا جب شاہ ادریس کی حکومت کی لاپرواہی سے عوام میں یاس و قنوطیت پیدا ہوئی اور سیاسی عدم استحکام کے باعث معمر قذافی نے بادشاہ کی حکومت کے خلاف اعلان بغاوت کیا جسے ’’الفتح انقلاب‘‘ کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے-

یکم ستمبر 1969ء لیبیا کی تاریخ میں پہلا مارشل لاء معمر قذافی نے لگا کر شاہ ادریس کی حکومت کا تختہ الٹ کر اپنی حکومت قائم کی- لیبیا نے قذافی کے دور حکومت میں نہ صرف معاشی، سماجی اور تعلیمی ترقی کی بلکہ استعماری طاقتوں کی سازشوں کو بھی ناکام بنایا- ایک تحقیق کے مطابق:

’’معمر قذافی کے زمانے میں وہاں سو فیصد تعلیم تھی ہر فرد کو گھر دیا جاتا تھا- پیدائش کے بعد ہی بچے کے نام وظیفہ جاری کر دیا جاتا تھا- قذافی کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ اس نے امریکا اور یورپ کے سامنے سر تسلیم خم اور ان کے نظام کو اپنانے کی بجائے اپنا نظام مرتب کیا‘‘-[4]

معمر قذافی کے دور میں اتحاد عالم اسلام کیلیے کی جانے والی خدمت قابل تحسین ہے- عراق کی بقاء اور صدام حسین کی حمایت کرنے اور استعماری نظام کی تردید کی پاداش میں تیونس سے عرب بہار تحریک کو جنم دیا گیا- جس کا اولین مقصد عالم اسلام کے اتحاد کو توڑنا اور قذافی کو راستے سے ہٹانا تھا- سیاسی و سماجی انتشار پھیلا کر دشمن نے باغیوں کے ہاتھوں 17 اکتوبر 2011ء میں معمر قدافی کو شہید کروایا، یوں لیبیا کی خوشحالی اور مضبوط ریاست کو تباہی کا سامنا کرنا پڑا- کرنل معمر قذافی کی قائم کردہ جمہوریت کے بارے میں گریکائی چنگو نے اپنے جذبات کا اظہار یوں کیا ہے:

"Gaddafi's Libya was Africa's Most Prosperous Democracy".[5]

’’قدانی کا لیبیا افریقہ کی سب سے زیادہ مستحکم جمہوریت تھی‘‘-

لیبیا اقوام متحدہ جیسی عالمی، عرب لیگ اور او آئی سی جیسی علاقائی تنظیموں کا رکن ہے- اس کی موجودہ سیاسی صورت حال اطالوی دور حکومت جیسی ہی ہے- لیبیا کے کچھ حصے پر سلطان فیض السراج کی حکومت قائم ہے جسے جی این اے (GNA) بھی کہا جاتا ہے- یہ حکومت اقوام متحدہ کی قائم کردہ ہے اسے دنیا کی بڑی بڑی اقوام نے بھی تسلیم کیا- اس کے برعکس لیبیا کے کچھ حصے پر جنرل ہفتار کی حکومت بھی قائم ہے- اس کی حکومت کی پشت پناہی استعماری سوچ کے حامل ممالک اپنے ذاتی مفاد کے حصول کے لیے کرتے ہیں- سیاسی انتشار سے وہ لیبیا کے نہ صرف تیل کے ذخائر پر نظر رکھے ہوئے ہیں بلکہ دوبارہ اسے نو آبادی کالونی میں تبدیل کرنے کے خواہاں ہیں- اس خانہ جنگی کی وجہ سے نہ صرف لیبیا میں سیاحت بلکہ تعلیمی، سماجی، ثقافتی اور معاشی ترقی نہ ہونے کے برابر ہے- یو این عالمی سیاحت کی تنظیم کے جنرل سیکرٹری (طلب رفائی) نے حال ہی طرابلس کا دورہ کیا اور انہوں نے لیبیا کی سیاحت کے متعلق اپنی رائے کا اظہار یوں کیا کہ:

[4]https://irak.pk/libya/

[5]https://www.ibrattleboro.com/opinion/op-ed/2019/07/time-to-expose-media-manufactured-uprising-libya/

'Libya is already behind by four decades in this sector. There is no more time to waste'.[6]

"اس شعبے میں لیبیا پہلے ہی چار عشرے پیچھے ہے اور مزید وقت ضائع کرنے کے لیے نہیں ہے"۔

عالمی سیاست میں سفارت کاری کی حیثیت ریڑھ کی ہڈی کی سی ہے یہ نہ صرف ملکی وقار و سالمیت کی ضامن ہوتی ہے بلکہ قومی نظریہ حیات کی عملی تصویر کی عکاسی کرتی ہے۔ پاکستان اور لیبیا کی سفارت کاری کی تاریخ دونوں ممالک کے دنیا کے نقشہ پر آنے سے بھی پہلے کی ہے۔ تاریخ میں ایسے بہت کم دیکھنے اور پڑھنے میں ملتا ہے کہ دو اقوام جو اپنی آزادی کے لیے جدوجہد کر رہی ہوں وہ آپس میں سفارتی تعلقات قائم کر لیں لیکن یہ اس قوم کی دوراندیش قیادت کے سبب ہی ممکن ہو پاتا ہے۔ لیبیا اور پاکستان کے تعلقات کی بنیاد رکھنے والے شاعر مشرق علامہ محمد اقبال ہیں جنہوں نے پاکستان بنانے کا خواب دیکھا تھا۔ یاد رہے کہ اس وقت لیبیا اطالوی حکومت سے آزادی حاصل کرنے کیلیے جدوجہد کر رہا تھا جبکہ ہندوستان کے مسلمان ایک طرف برطانوی استعمار اور دوسری جانب برہمن سامراج (جو کہ مسلمانوں پر ابدی حکمرانی کرنے کا خواہاں تھا) سے آزادی کی تحریک چلائے ہوئے تھے۔ ان تعلقات کی بنیاد علامہ محمد اقبالؒ کی نظم "حضور رسالت مآب (ﷺ)" کے آخری بند سے عیاں ہوتی ہے۔ آخری بند قارئین کی پیش خدمت ہے کہ:

جھلکتی ہے تیری امت کی آبرو اس میں
طرابلس کے شہیدوں کا ہے لہو اس میں

ان تعلقات کی بنیاد مندرجہ بالا اشعار ہے جس سے نہ صرف پاکستان بلکہ پوری ملت اسلامیہ کے روحانی، معاشرتی، ثقافتی اور سفارتی تعلقات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ لیبیا کی بات کی جائے تو اسلامی کانفرنس کے دوسرے اجلاس جو کہ 1974ء میں لاہور میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں معمر قذافی نے شرکت کی۔ اس میں کرنل قذافی نے تاریخی جملہ کہا جو آج بھی نہایت اہمیت کا حامل ہے کہ:

'Pakistan is the fort of Islam'.

"پاکستان اسلام کا قلعہ ہے"۔

اس جملے میں پاکستان کی اتحاد عالم اسلام کی کاوشوں و کردار کو سراہا گیا۔ دونوں ممالک کے درمیان تعلقات مضبوط ترین ہوئے اور یوں دونوں ممالک ایک دوسرے کہ شراکت دار بنے۔

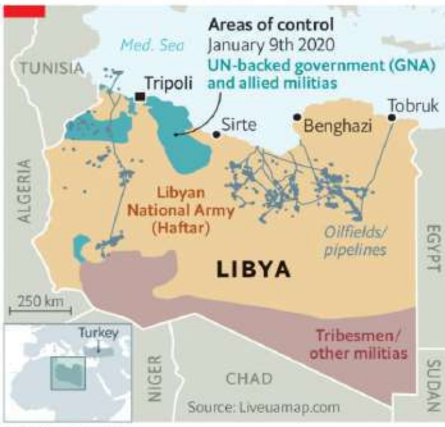

The Economist

لیبیا کا سیاسی عدم استحکام عرب بہار (Arab Spring) کی لائی ہوئی خزاں کا نتیجہ ہے جو پھر سے طرابلس کے نوجوان کے خون سے نو آبادیتی بہار کی خواہاں ہے۔ عجیب بات ہے کہ چوروں کو دنیا کی مہذب اقوام کہا جاتا ہے یہ چور نہ صرف طاقت و دولت کی ہوس رکھتے ہیں بلکہ مسلمانوں کے خون و قتل عام کی شدید پیاس میں مبتلا ہیں۔ لیبیا اس وقت تک استحکام سے ہمکنار نہیں ہو سکتا جب تک اندرونی انتشار کا خاتمہ نہ کر لے۔

او آئی سی اور اس کے کارکن لیبیا کے سیاسی انتشار کو ختم کرنے کے لیے اپنا بھرپور کردار ادا کریں۔ اسلامی دنیا کے مسلمانوں اور ریاستوں کی نجات اتحاد عالم اسلام میں مضمر ہے۔ اسلامی دنیا میں اتحاد کی کمی اور قیادت کے فقدان کے باعث فرانسیسی صدر کو یہ جرأت ہوئی کہ وہ کائنات کی سب سے عظیم ہستی حضور نبی مکرم (ﷺ) کی شان میں گستاخی کی ناپاک جسارت کر سکے۔ اسلامی روایات و اقدار اور نظریہ حیات سے دوری کے باعث چند اسلامی ممالک اسرائیل کو تسلیم کرنے پر فخر محسوس کرتے ہیں جو کہ ایک شرمناک فعل ہے۔

نہ صرف لیبیا بلکہ دنیا کے تمام مسلمانوں کی عزت، عظمت، توقیر اور شان و شوکت صرف و صرف اسلام سے ہے۔

☆☆☆

[6]https://www.reuters.com/article/us-libya-tourism-idUSBRE95I0W820130619

بھارت میں انصاف کا قتل

بابری مسجد شہادت کیس کا فیصلہ

طارق اسماعیل ساگر

بھارت میں گزشتہ چند برسوں میں ہندو انتہاپسندانہ نظریات، نسلی و مذہبی تعصب، انسان دشمنی اور اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں کے خلاف نفرت وعداوت میں تشویش ناک حد تک اضافہ ہوا ہے- گو کہ ہندو شدت پسند فاشسٹ طبقات کی جانب سے مسلم دشمن پالیسی گزشتہ کئی دہائیوں بلکہ صدیوں سے جاری ہے لیکن ہندو دہشت گرد تنظیم RSS کی سیاسی جماعت بھارتیہ جنتا پارٹی (BJP) کے برسر اقتدار آنے کے بعد مسلمانوں کے خلاف ایک ریاستی دہشت گردی شروع ہے- ہندو انتہاپسند نا صرف ''ہندو'' مذہب کے علاوہ دیگر تمام مذاہب کو نجس قرار دیتے ہیں بلکہ دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والی بھارتی اقلیتوں سے بھارت کو ''پاک'' کرنے کی سازش کر رہے ہیں- گزشتہ برس متنازع شہریت ترمیمی قانون (CAA) اسی کی ایک کڑی ہے- اس وقت بھارت میں کم و بیش تمام ریاستی ادارے مکمل طور پر ''ہندوتوا'' سوچ کی حامل ہندو فاشسٹ دہشت گرد تنظیم RSS کے مکمل کنٹرول میں ہیں جو علاقائی و بین الاقوامی امن و استحکام کے لیے شدید خطرہ ہیں- بھارتی عدلیہ کی جانب سے بابری مسجد انہدام کیس کے حالیہ فیصلے سے یہ بات ثابت ہو چکی کہ بھارتی عدلیہ بھی ہندو نسلی و مذہبی تعصب اور جانبداری کا شکار ہے-

لکھنو کی ایک خصوصی عدالت نے 1992ء سے زیر سماعت بابری مسجد انہدام کیس میں تمام مرکزی ملزمان کو بری کر دیا ہے- بابری مسجد کی شہادت میں BJP کے رہنما اور سابق نائب وزیر اعظم لال کرشنا ایڈوانی، مرلی منوہر جوشی، اوما بھارتی اور اتر پردیش کے سابقہ وزیر اعلیٰ کلیان سنگھ سمیت تمام 32 ملزمان کو باعزت بری کرنے کے انتہائی جانبدارانہ فیصلے نے دنیا بھر میں ہر ذی شعور شخص کو چونکا کر رکھ دیا ہے- گزشتہ برس نومبر میں بھارتی سپریم کورٹ نے بابری مسجد اور رام مندر کے ایک اور کیس کے فیصلے میں کہا تھا کہ مسجد کو منہدم کیا گیا ہے اور یہ ایک مجرمانہ فعل تھا- جبکہ خصوصی عدالت کے متعصب جج ایس کے یادو کے مطابق 28 سال چلنے والے اس مقدمے میں نامزد ملزمان میں سے کسی ایک ملزم کے خلاف بھی ٹھوس شواہد نہیں ملے- یہ جانبدارانہ فیصلہ بھارتی عدلیہ پر ہندو انتہا پسندانہ سوچ کے غلبے کی عکاسی کرتا ہے- اس مقدمے کے ایک ملزم جے بھگوان گوئل نے اپنے بیان میں برملا اظہار کیا ہے کہ:

''ہم نے مسجد توڑی تھی اگر عدالت سے سزا ملتی تو ہم خوشی سے اس سزا کو قبول کر لیتے- عدالت نے سزا نہیں دی- یہ ہندو مذہب کی فتح ہے، ہندو قوم کی فتح ہے''-

بابری مسجد سے متعلق بھارتی عدالتوں میں 1992ء سے دو اہم مقدمات زیر سماعت تھے- پہلا مقدمہ زمین کی ملکیت کا تھا- اس مقدمے کے متعلق بھارتی متعصب سپریم کورٹ نے گزشتہ برس جانبدارانہ فیصلہ دیا تھا کہ جس جگہ بابری مسجد قائم تھی وہ دراصل مندر کی زمین تھی- حالانکہ تاریخی شواہد سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ بابری مسجد کی جگہ پر کبھی کوئی مندر تعمیر تھا- دوسرا مقدمہ بابری مسجد کی

شہادت سے متعلق تھا-6 دسمبر 1992ء کو ایودھیا کی 500 سال پرانی تاریخی بابری مسجد کو BJP اور RSS کے ہندو انتہا پسندوں نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت 'ابرہہ کا چلن' اختیار کرتے ہوئے منہدم کیا تھا- یہ عمل مسلمانانِ عالم بالخصوص برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کی اسلامی تاریخ، تہذیب و ثقافت و مسلم طرز حیات پر ایک قاتلانہ حملہ تھا- یہ تاریخی مسجد 1528ء میں مغلیہ سلطنت کے بانی، ظہیر الدین بابر کی ہدایات پر تعمیر کی گئی تھی جو بابر کے نام کی وجہ سے بابری مسجد کے نام سے موسوم تھی- ہندو انتہا پسند دہشت گردوں کا دعویٰ تھا کہ یہ مسجد ان کے بھگوان رام چندر کی جائے پیدائش پر تعمیر کی گئی تھی البتہ ان کے اس دعوے کا کوئی ٹھوس ثبوت موجود نہیں- مزید یہ کہ مذہبی رواداری کے علم بردار، اعتدال پسند، ظہیر الدین بابر، سے اس امر کی توقع عبث ہے کہ اس نے کسی قدیم مندر کے نشانات پر مسجد تعمیر کروانے کا حکم دیا ہو- مسجد کے منہدم ہونے کے بعد دو مقدمات درج ہوئے تھے- ایک مقدمہ نامعلوم ہندو انتہا پسندوں کے متعلق اور دوسرا مقدمہ انہدام کی سازش کی منصوبہ بندی کرنے والوں کے متعلق تھا- ابتدائی طور پر مقدمہ 48 لوگوں کے خلاف درج ہوا تھا جن میں سے 16 ملزمان اس 32 سالہ مقدمے کی سماعت کے دوران فوت ہو گئے- جبکہ بقیہ تمام کو حالیہ فیصلے میں باعزت بری کر دیا گیا-

اس وقت بھارت میں مسلمان مخالف رویہ اور بیانیہ ایک معمول بنتا جارہا ہے- پاکستان کے موجودہ وزیر اعظم جناب عمران خان نے اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی سے اپنے حالیہ خطاب میں بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے بھارتی ریاست بھارت سمیت عالمی سطح پر اسلاموفوبیا کے بیانیے اور سوچ کو فروغ دے رہی ہے- کووڈ19 کی حالیہ عالمی وباء میں بھی بھارت میں مسلم دشمن شدت پسند عناصر نے مسلمانوں کو بھارت میں وائرس پھیلانے کا ذمہ دار قرار دیا جو انتہائی جانبدارانہ و انتہا پسندانہ سوچ کی عکاسی کرتا ہے- گزشتہ ایک برس میں مقبوضہ کشمیر میں نام نہاد سرچ آپریشنز میں 300 سے زائد معصوم نوجوان کشمیریوں کو شہید کیا جاچکا ہے- متنازع بھارتی شہریت ترمیمی قانون کی رو سے ممکن ہے کہ لاکھوں بھارتی مسلمانوں کو شہریت کے بنیادی حق سے محروم کر دیا جائے- اکیسویں صدی کے ہٹلر 'نریندرا مودی' کے دورِ حکومت میں بعین وہی اقدامات کیے جارہے ہیں جو گزشتہ صدی میں ہٹلر نے جرمنی میں کیے تھے- اگر عالمی برادری نے حالات کی سنگینی کو سمجھتے ہوئے فی الفور ضروری اقدامات نہ کیے تو وہ وقت دور نہیں کہ بھارت میں جرمنی کی تاریخ دہرائی جائے گی جو شاید ایک جوہری جنگ کی طرف لے جانے کا سبب بن جائے- پاکستان سمیت دیگر تمام امن دوست ممالک پر لازم ہے کہ بھارت کے اس مکروہ چہرے کو دنیا کے ہر پلیٹ فارم پر بے نقاب کیا جائے اور بروقت اس ناسور سے جنوبی ایشیا کو چھٹکارا دلوایا جائے-

اب وقت آن پہنچا ہے کہ بھارت میں بسنے والے مسلمان دنیا بھر میں بھارتی ریاست کے مکروہ اور متعصب چہرے کو بے نقاب کریں- اگر آج بھی بھارت میں مسلمانوں کی سیاسی قیادت قیامِ پاکستان کے وقت بھارتی حمایت کی غلطی کو "Undo" نہیں کرتی تو بھارت میں اندلس ماڈل اور اسرائیل ماڈل دہرائے جانے کی ذمہ دار یہی قیادت ہوگی جو "ہندوتوا" کا جن بوتل سے باہر آجانے کے باوجود بھی "سیکولر بھارت سیکولر بھارت" کی چوسنی چوس رہی ہے- آج ہندوستان کے مسلمانوں کو پھر ایک محمد علی جناح کی ضرورت ہے جو ان کا مقدمہ لڑے اور انہیں ان کا جائز اور اصولی حق دِلوا کے رہے-

☆☆☆

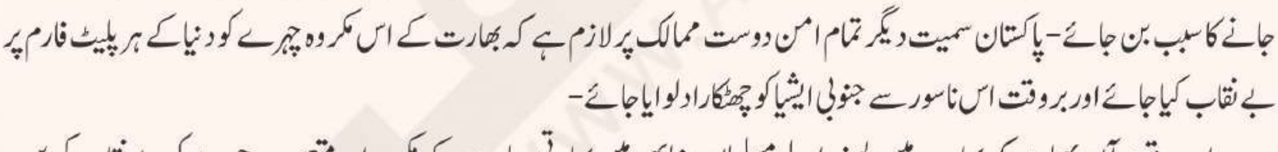

حکومت کا پاکستان کے نقشہ میں

جوناگڑھ

کو شامل کرنے کے بعد

سینکڑوں محبِ وطن پاکستانیوں نے بھی خود کو جوناگڑھ کے نقشہ میں ڈھال لیا-

پاکستانی عوام نے ثابت کردیا کہ

پاکستان جوناگڑھ پر قانونی حق رکھتا ہے اور یہ پاکستان کا حصہ ہے-
زندہ قومیں اپنا حق نہ کبھی بھولتی ہیں نہ ہی چھوڑتی ہیں-

شرکاء نے **جوناگڑھ ہے پاکستان** کے فلک شگاف نعرے لگا کر اپنے جذبات کا بھرپور اظہار کیا-

پروگرام کا انعقاد مسلم انسٹیٹیوٹ کے زیر اہتمام کیا گیا-